

1143

ایجاد

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 27-جون 2006

تلاؤت قرآن پاک اور ترجمہ

سرکاری کارروائی

- 1 ضمی میر، انیہ بابت سال 2005-06 پوزیر خزانہ کی اختتامی تقریر
- 2 ضمی میر، انیہ بابت سال 2005-06 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری

1145

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچھسواں اجلاس

منگل، 27 جون 2006

(یوم الشلاہ، 30 جمادی الاول 1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 نج کر 25 منٹ

پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ بالله من الشیطین الرجیم ۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قُلِ اللّٰهُمَّ ملِكِ الْمُلْكِ تُوْنِي الْمُلْكَ مِنْ شَكَّٰ وَ تَبْرِيزُ
الْمُلْكَ مِنْ شَكَّٰ وَ تُؤْرِي مِنْ شَكَّٰ وَ كَذَلِكَ مِنْ شَكَّٰ بِإِيمَانِكَ
الْخَيْرٍ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ تُؤْمِنُ بِإِيمَانِ فِي النَّهَايَةِ
وَ تُؤْمِنُ بِالنَّهَايَةِ فِي الْأَيَّلِ وَ تُؤْمِنُ بِالْأَيَّلِ مِنَ الْمَبْيَتِ وَ تُؤْمِنُ
الْمَبْيَتَ مِنَ الْأَيَّلِ وَ تُرْبِعُ مِنْ شَكَّٰ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

لَا يَسْجُدُ الْمُؤْمِنُونَ الْكُفَّارُ مِنْ أُولَئِكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
وَ مَنْ يَقْعُلُ ذَلِكَ فَلَمَّا مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ لَا إِنْ تَقْعُلُ
مُنْهَمْ تُقْعَدُ وَ يَحِدُّكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَ لَهُ اللَّهُ الْحَسْدُ ۝

سُورَةُ آلِ عِمَرَانَ آيَاتُ 26 تا 28

یوں عرض کرائے اللہ ملک کے مالک توجہے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے ۰ تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے اور مردہ سے زندہ نکالے اور زندہ سے مردہ نکالے اور جسے چاہے بے گنتی دے ۰ مسلمان کافروں کو اپنادوست نہ

بنالیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو اور اللہ تمہیں اپنے ع忿ب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے 0

وَمَا عَلِيْنَا إِلَّا بِلَاغٍ ۝

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ اب ہم تھار یک استحقاق take up کرتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 17، سید احسان اللہ و قاص اور چودھری اصغر علی گجر صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ پیش ہو چکی ہے اس کا جواب آنا تھا۔

جناب ارشد محمود گبو: جناب سپیکر! اس تحریک کو تھوڑی دیر کے لئے pending کر لیں۔ وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں اس کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں لیکن اگر آپ pending کرنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: چونکہ محرک موجود نہیں ہیں اس لئے یہ تحریک 3۔ جولائی 2006 تک pending کی جاتی ہے۔

جناب ارشد محمود گبو: جناب سپیکر! بہت شکریہ

پاؤنٹ آف آرڈر

حاجی محمد اعجاز: پاؤنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیے!

قاری سید صداقت علی کو جناب سپیکر کی جانب
سے پچاس ہزار روپے کے انعام کی عطا میگی

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! برطانیہ حکومت کے توسط سے 12۔ جون 2006 کو برمنگھم میں قاری سید صداقت علی کو تلاوت قرآن مجید فرقان حید کے حوالے سے ایک بہت بڑا اعزاز دیا گیا۔ میری یہ خواہش ہے کہ یہ اسمبلی بھی قاری صاحب کو مبارکباد دے، یہ بڑی اچھی تلاوت کرتے ہیں، ان کی قرأت بڑی اچھی ہے۔

جناب سپیکر: میں اپنی طرف سے اور اس معزز ایوان کی طرف سے بھی قاری سید صداقت علی صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور میں اپنی طرف سے قاری صاحب کو پچاس ہزار روپے انعام کے طور پر دیتا ہوں۔

حاجی محمد اعجاز: ماشاء اللہ، بہت بہت شکریہ

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: اگلی تحریک جناب مدثر قوم ناہر اصحاب کی طرف سے ہے۔

ایس اتنچ او تھانہ نو شرہ و رکاں کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ تو ہین آمیز رویہ
(---جاری)

پارلیمانی سکرٹری برائے ماہی پوری: جناب سپیکر! یہ تحریک کل پڑھی جا چکی ہے۔ اس کا جواب
آناتھا۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں اسے oppose نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: چونکہ وزیر قانون صاحب اس کو oppose نہیں کر رہے لہذا میں اس تحریک کو in
order قرار دیتے ہوئے استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔

اگلی تحریک استحقاق نمبر 32، سردار محمد امام اللہ خان دریشک کی طرف سے ہے۔ یہ بھی
پڑھی جا چکی ہے۔ اس کا جواب آناتھا۔

وزیر تعلیم کے پرائیویٹ سکرٹری اور ایڈی او (ای) راجن پور
کا معزز رکن اسمبلی سے نامناسب رویہ

(---جاری)

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! دریشک صاحب نے یہاں پر out of turn تحریک استحقاق دی، میں
نے ان سے رابطہ کیا اور سارے حقائق دریافت کئے ہیں۔ دراصل میں نے ان کے کہنے پر
ہی (E)EDO راجن پور کو یہاں اپنے دفتر میں بلوا یاتھا۔ جناب! یہ میں آپ کو تحریک استحقاق
آنے سے پہلے کی بات بتا رہا ہوں۔ دریشک صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے علاقے میں کچھ مسائل
ہیں، EDO میری بات نہیں سنتا تو میں نے کہا کہ آپ بے فکر رہیں میں ان کو بلواتا ہوں۔
میرے ہی کہنے پر (E)EDO دس گھنٹے کے نوٹس پر یہاں پر آیا، وہ میرے دفتر میں بیٹھا رہا۔ معزز
ممبر بھی اسی دوران میرے دفتر میں گئے۔ یہ میں good faith کی بات بتا رہا ہوں کہ میں نے ان
کی مدد کے لئے اس (E)EDO کو یہاں پر بلوایا اور ان کی ملاقات کروائی۔ ہوتا تو یہ چاہئے تھا کہ میں

موجود ہوتا، ان کی میں بات سنتا، EDO(E) سے پوچھتا اور (EDO) اس کا جواب دیتے لیکن ایسی نوبت نہیں آئی۔ ابھی جو discussion کی صورت تھی وہ اختیار ہی نہیں ہوئی۔ میرے خیال میں معزز ممبر کا (EDO) کے ساتھ وہاں پر کوئی ایسا مکالمہ ہوا ہو گا۔ جب میں نے (EDO(E)) سے پوچھتا تو اس نے کہا کہ میں نے ایسی کوئی گستاخی نہیں کی ہے۔ بعد میں دریشک صاحب نے تحریک استحقاق جمع کروادی۔ تحریک استحقاق آنے کے بعد جب میں نے حالات معلوم کرنے چاہے، جب (EDO(E)) سے پوچھنا چاہا تو پتا چلا کہ EDO کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے ان سے دوبارہ رابطہ نہیں ہو سکا۔ میں نے معزز ممبر سے یہ درخواست کی ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ تحریک میں تو زیادہ تر آپ کے پر سٹل شاف کے بارے میں لکھا ہوا ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! اس کے بعد پھر میں نے اپنے شاف سے بھی بات کی ہے۔ اسی چیز میں ہر روز بہت سے معزز ممبر ان تشریف لاتے ہیں اور کسی بھی شاف کی اتنی جرأت نہیں کہ کسی بھی معزز ممبر کے ساتھ وہ خدا نخواستہ کوئی تلحہ کلامی کریں۔ چونکہ معزز ممبر کی بات اہم ہے اور وہ صحیح کہ رہے ہوں گے۔ میں نے تھتی سے اپنے شاف سے کہا ہے کہ آئندہ کوئی ایسے حالات نہ ہوں۔ حالانکہ شاف نے بار بار اس بات کا اظہار کیا ہے کہ انہوں نے ہر گز کسی قسم کی گستاخی نہیں کی ہے۔ میری آپ کی وساطت سے معزز ممبر سے درخواست ہو گی کہ ان کا کوئی ایسا استحقاق بحروف نہیں ہوا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم اس کو outside the Assembly settle کر لیں۔

صاحب سے متعلقہ ان کے جو معاملات ہیں وہ ہم مل بیٹھ کر طے کر لیں گے۔

جناب سپیکر! تمام (EDOs) کو ہدایات ہیں کہ ہماری تعلیم کی جو پالیسی ہے اسے وہ implement کریں۔ افسران کی یہ ڈیوٹی بنتی ہے کہ وہ معزز ممبر ان کو respect دیں۔

جناب سپیکر: دریشک صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ وزیر صاحب کے ساتھ بیٹھ جائیں اور جو بھی معاملات ہیں ان کو طے کر لیں۔

سردار محمد امان اللہ خان دریشک: جناب سپیکر! پہلے بھی بات ہوئی تھی اور اس کے بعد جو صور تھاں پیدا ہوئی وہ بھی میں نے اپنی اس تحریک میں لکھ دی ہے۔ وزیر صاحب نے یہ بتایا ہے کہ اس دن (EDO(E)) صاحب ان کے دفتر میں تھے اور میں انھیں ملا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وزیر صاحب باوضو ہو کر اور کلام اللہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ دیں کہ وہ ان کے دفتر میں موجود تھا اور ان

سے میری بات چیت ان کے دفتر میں ہوئی ہے تو میں اپنی تحریک والیں لے لوں گا۔
جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ یہ تحریک استحقاق میں in order قرار دیتے ہوئے اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحریک التوائے کار کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 268، سید احسان اللہ وقار صاحب کی طرف سے ہے۔

جناب ارشد محمود گبو: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ اس تحریک کو آپ کل یا پرسوں کے لئے pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، اس تحریک التوائے کار کو 3۔ جولائی تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار شیخ علاؤ الدین صاحب کی طرف سے ہے۔ معزز رکن تشریف فرمانیں ہیں۔ امدا یہ تحریک of dispose کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 537، رانا شاہ اللہ خان، جناب ارشد محمود گبو، رانا آفتاب احمد خان، شیخ اعجاز احمد، ملک نواز احمد، ملک اصغر علی قیصر، ڈاکٹر اسد معظم، راجد ریاض احمد، جناب ریاض شاہد، جناب جماں زیب امیاز گل اور محترمہ خالدہ منصور صاحبہ کی طرف سے ہے۔

رانا شاہ اللہ خان: جناب سپیکر! یہ پیش ہو چکی ہے۔ آپ نے اس کو pending کیا تھا۔ اس پر بحث تھوڑی لمبی ہو گی اور آج چونکہ وقت کی قلت ہے اس لئے اگر آپ اس کو کسی اگلے دن کے لئے pending کر دیں تو بہتر ہو گا تاکہ اس پر سیر حاصل بحث ہو سکے۔ وزیر قانون سے پوچھ لیں کہ کب تک اس کو pending کر لیا جائے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون صاحب! کب تک اس کو pending کر دیا جائے؟
وزیر قانون و پارلیمنٹی امور: جناب سپیکر! یہ علمہ تعلیم سے متعلق ہے۔ وزیر تعلیم صاحب جس دن convenient چھین اس دن کے لئے رکھ لیں۔

جناب سپیکر: وزیر تعلیم صاحب یہ تحریک واں چانسلر گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد کے خلاف ہے تو کب تک اسے pending کر لیں؟

وزیر تعلیم: جناب! کیا یہ پیش ہو چکی ہے؟

جناب سپیکر: جی ہاں! یہ پڑھی جا چکی ہے۔

وزیر تعلیم: اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے کل take up کر لیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! پونٹ آف آرڈر۔ اگر اس کا جواب آگیا ہے تو پھر اسے آج ہی take up کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: کیا اس کا جواب آچکا ہے؟

وزیر تعلیم: جی ہاں! جواب آچکا ہے۔

جناب سپیکر: آج چونکہ وقت کی قلت ہے لہذا اس تحریک کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 273، سید احسان اللہ وقاری، چودھری اصغر علی گجر، محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ کی طرف سے ہے۔

جناب ارشد محمود گبو: جناب سپیکر! اگر ارش ہے کہ اسے بھی pending فرمایا جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک بھی 3۔ جولائی تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 276 محترمہ فائزہ احمد، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری اور جناب سمیع اللہ خان کی طرف سے یہ تحریک move ہو چکی ہے اس کا جواب آنا تھا۔ جی، لا، منسٹر صاحب!

کلوکوت پولیس کی ونی کے اصل ملزم ان کی بجائے
بے گناہ افراد کو گرفتار کرنے کی کوشش

(--- جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! بہت پہلے اس کا جواب آگیا تھا لیکن میں نے ملت اس لئے مانگی تھی کہ میں updates دیکھنا چاہتا تھا کہ اس میں latest position کیا ہے؟ اس میں یہ ہے کہ متعلقہ فریق نے ہائی کورٹ میں for the quashment of FIR دائر کی تھی۔ ہائی کورٹ کے order پر وہ ایف آئی آر quash ہو چکی ہے اور اس کے اخراج کی

رپورٹ بھی متعلقہ عدالت میں داخل کر دی گئی ہے۔ لہذا اس سلسلے میں اب مزید کوئی کارروائی باقی نہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ چونکہ محرک اس کو مزید پر لیں نہیں کرنا چاہ رہے لہذا یہ تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوا نے کارنمبر 279 محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ کی طرف سے ہے یہ پیش ہو چکی تھی اس کا جواب آنا تھا۔ لاءِ منسٹر صاحب! انہی محرک موجود نہیں ہیں تو کیا اس کو کر کر لیں؟ pending

وزیر قانون و پارلیمنٹی امور: جناب سپیکر! جواب تو میرے پاس موجود ہے لیکن بے شک آپ اسے فرمائیں جب وہ تشریف لا گئی گی تو میں جواب دے دوں گا۔ pending

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک 3۔ جولائی تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوا نے کارنمبر 376 شیخ اعجاز احمد صاحب کی ہے یہ 22 تاریخ move کو ہو چکی تھی۔ اس کا جواب آنا تھا۔ جی، لاءِ منسٹر صاحب!

معزز رکن اسمبلی شیخ اعجاز احمد کے گھر نقشبندی

اور چوری کے ملزمان کو گرفتار نہ کرنا

(--- جاری)

وزیر قانون و پارلیمنٹی امور: جناب سپیکر! اس تحریک میں محرک نے معزز ایوان کی توجہ ایک چوری کے واقعہ کی طرف مبذول کروائی تھی جوان کے گھر میں ہوئی تھی۔ میری گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں مقدمہ نمبر 327 مورخ 06-04-2006 کو 380/457 درج ہو چکا ہے۔ تفییض مقدمہ مقامی پولیس عمل میں لارہی ہے۔ دوران تفییض مشتبہ گان مسماں محمد شکیل، سیف، ضیاء الرحمن اور نوید احمد کو شامل تفییض کیا گیا لیکن مال مسروقہ کی برآمدگی نہ ہو سکی ہے۔ دفتر CRO سے بھی مدد حاصل کی گئی لیکن سردرست ملزم trace کرنے ہوئے ہیں۔ SPO تھانہ غلام محمد آبد کوہداشت کی گئی ہے کہ نامعلوم ملزمان کو جلد از جلد trace کرے اور رپورٹ زیر دفعہ 173 عدالت میں پیش کرے۔

جناب سپیکر! مجھے اپنے بھائی کا بڑا احترام ہے اور مجھے اس واقعہ پر انتہائی افسوس ہے۔ ان کا ذاتی معاملہ تھا اس لئے میں نے ڈی آئی جی انوٹ گیشن کو کہا ہے کہ وہ ذاتی طور پر اس معاملے میں

دچپسی لیں اور ملزمان کی گرفتاری اور مال کی برآمدگی کے لئے کوشش کریں۔ میں اپنے بھائی کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم پوری کوشش کریں گے کہ اس معاملے کا حل نکل سکے۔ میں ان سے بھی استدعا کروں گا کہ اگر انھیں کسی شخص پر مشکل ہے تو وہ بھی بتائیں اسے بھی شامل تقاضہ کیا جائے گا۔ برعکس حکومت کی طرف سے متعلق پولیس افسران کو ہدایت کی گئی ہے کہ اس کے لئے علیحدہ ٹیم بنائی جائے اور ڈی آئی جی خود اس کو مانیزیر کریں تاکہ جلد از جلد ملزمان گرفتار ہو سکیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! آپ ملاحظہ فرمائیں کہ 21/22۔ اپریل کی درمیانی شپ کا واقعہ ہے اور آج 27۔ جون ہے۔ میں اس حوالے سے راجہ صاحب کا بڑا مشکور ہوں کہ جب میں ہسپتال سے گھر جا رہا تھا اور میری ان کے ساتھ فون پر بات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ آپ فون بند کریں میں ابھی ڈی پی اور صاحب کو کہتا ہوں کہ وہ آپ سے رابطہ کرتے ہیں۔ راجہ صاحب کے فون کے بعد ڈی پی اور صاحب نے میرے ساتھ رابطہ کیا اور پولیس موقع پر بھی آئی اور جو ضروری کارروائی تھی وہ موقع پر کی اور book CRO consult بھی کی گئی۔ میں اس حوالے سے تو ان کا مشکور ہوں لیکن میں ذمہ داری سے بات کرتا ہوں کہ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی کسی پولیس آفیشل نے میرے ساتھ کوئی رابطہ نہیں کیا۔ میں صرف یہ conduct attitude اور یہ چاہتا تھا کہ صوبہ میں جو لاءِ اینڈ آرڈر کی صورت حال ہے اس میں ایک عام آدمی بڑا بڑی طرح متاثر ہے۔ اگر ایک ممبر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا ہے تو پھر کیا ہوتا ہے پھر وہی attitude رہا اور کسی ذمہ دار بندے نے رابطہ نہ کیا۔ انھوں نے صرف ایف آئی آر درج کرنے تک ہی، بہتر سمجھنا اور یہیں تک محدود ہے۔ میں نے پہلے ایک ہفتے میں ان سے رابطہ کیا اب چاہئے تو یہ تھا کہ وہ رابطہ کرتے اور یہ نوبت نہ آتی کہ مجھے اپنے مسئلے کے لئے اس بدلی فورم پر تحریک التوائے کار پیش کرنا پڑتی۔ چونکہ پورے ملک اور صوبہ میں ایسے واقعات ہو رہے ہیں تو میں اس میں گورنمنٹ کا دو ش نہیں سمجھتا۔ جیسے راجہ صاحب نے یقین دہانی کروائی ہے کہ انھوں نے آج یا کل کوئی ٹیم بنادی ہے اور اسے ایڈیشنل آئی جی صاحب یا ڈی آئی جی صاحب ذاتی طور پر take up کریں گے تو میری گزارش ہے کہ آپ اس میں کوئی time frame کر دیں۔

جناب سپیکر: time frame کی ضرورت نہیں ہے۔ راجہ صاحب نے کہا ہے کہ اگر تو آپ کو ملزمان کا پتا ہے یا ان کی نشاندہی کر سکتے ہیں تو وہ کپڑے جاسکتے ہیں اور اگر ملزمان کا پتا نہیں ہے

تو کو شش کریں گے کہ جلد از جلد ملزمان تک پہنچا جائے اور انھیں گرفتار کیا جائے۔ وزیر قانون و پارلیمنٹی امور: جناب سپیکر! جیسے ابھی معزز رکن نے فرمایا ہے کہ متعلقہ تقاضی افسر نے آج تک ان سے رابطہ نہیں کیا تو میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آج ہی اس تقاضی افسر کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔

شیخ اعجاز احمد: جناب والا رضا آباد کا چوکی انجمن بہت کرپٹ ہے اور اس نے آج تک میرے ساتھ رابطہ نہیں کیا حالانکہ وہ چوکی میرے گھر کے ساتھ ہے۔

جناب سپیکر: محکم اسے مزید پریس نہیں کرنا چاہ رہے لہذا یہ تحریک التواے کا روایت dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التواے کا روایت 284 محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ، محترمہ فائزہ احمد صاحبہ اور سمیع اللہ خان صاحب کی طرف سے ہے۔ محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ اپنی تحریک پیش کریں۔

پاکپتن، محلہ محمد نگر کے کھلے میں ہول میں گرنے سے کمسن بچی کی ہلاکت
محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نویعت کے مسئلہ کو وزیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتونی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخ 29 مارچ 2006 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق یونین کو نسل اربن نمبر 1 پاکپتن کے محلہ محمد نگر کے محنت کش محمد رشید جام کی پانچ سالہ کمسن بیٹی شیرہ بی بی سکول سے واپس گھر آ رہی تھی کہ اچانک گلی کے کھلے میں ہول میں گر گئی۔ اس کی نعش چار گھنٹے بعد مل گئی۔ پاکپتن کی اکثر گلیوں کے میں ہولوں پر ڈھکنے نہیں ہیں۔ اس جانب یونین کو نسل نمبر 1 کے نائب ناظم نے تحصیل کو نسل کی توجہ مبذول کر دی مگر تحصیل کو نسل ٹس سے مس نہیں ہوئی جس کی وجہ سے آج کمسن بچی میں ہول میں گر کر ہلاک ہو گئی۔ اس بناء پر اس یونین کو نسل کے نائب ناظم نے احتجاج آپنے عمدہ سے استغفی دے دیا۔ اس واقعہ پر ہزاروں افراد نے TMA کے متعلقہ افران، عوامی نمائندوں کے خلاف احتجاج کیا اور متعلقہ افراد کے خلاف قانونی اور محکمانہ کارروائی کرنے کی استدعا کی۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر لوکل گورنمنٹ!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! بھی اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔ لہذا اسے pending کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! بھی اس کا جواب موصول نہیں ہوا لہذا یہ تحریک التوائے کارکل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 285 میان محمد اصغر صاحب-- تشریف نہیں رکھتے لہذا تحریک التوائے کار نمبر 287 dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 287 جناب محمد اعجاز، ملک اصغر علی قیصر اور چودھری زاہد پرویز صاحب کی طرف سے ہے۔ جی، ملک صاحب!

حکومت کی جانب سے اربن ٹرانسپورٹ مالکان کو لاہور میں قیمتی زمین کو ٹریوں کے بھاؤ لیز پر دینا

ملک اصغر علی قیصر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 30۔ مارچ 2006 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق لاہور شر میں محکمہ ٹرانسپورٹ اپنی دسوکنال کے قریب اراضی اربن روٹس پر چلنے والی بسوں کے مالکان کو لیز/کرایہ پر کوڑیوں کے بھاؤوں پر رکھی ہے۔ اس کے باوجود یہ ٹرانسپورٹ کمپنیاں لیزا و کرایہ کی یہ رقم جو کہ تقریباً پونے دو کروڑ روپے ہے محکمہ ہذا کو جمع نہیں کردار ہی ہیں اور نہ ہی کبھی محکمہ ٹرانسپورٹ کے متعلقہ افسران اور اہلکاران نے اس بارے میں ان کے خلاف کوئی قانونی اور محکمانہ کارروائی کی ہے۔ جس کی وجہ سے حکومت کو کروڑوں روپے کا نقصان ہوا ہے۔ اگر یہی اراضی بازار میں نیلام عام کے ذریعے کرایہ / لیز پر دی جائے تو اس سے حکومت کو سالانہ ایک ارب کے قریب لیز/کرایہ وصول ہو سکتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ٹرانسپورٹ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے محترم ساتھی نے جس بات کی طرف نشاندہی کی ہے میں اس کے متعلق گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک تو یہ زمین مختلف فرنچائزڈ کمپنیوں کو دی گئی ہے وہ لیز پر دی گئی ہے کسی کو یہ زمین نیلام نہیں کی گئی۔

دوسرامیں یہ عرض کروں گا کہ پہلے اس سلسلے میں فی بس 20 روپے روزانہ کرایہ مقرر کیا گیا تھا اس کو بھی ہم نے بڑھا دیا ہے اور روزانہ کے بیس روپے سے بڑھا کر پچاس روپے کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ تمام کپنیاں جن کے ذمے بقایا جات ہیں ان کو بھی نوٹس دے دیئے ہیں اور ان سے یہ کہا ہے کہ مقررہ مدت کے اندر وہ اپنے بقایا جات ادا کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ

ملک اصغر علی قیصر: جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پونے دو کروڑ روپے کے جو بقایا جات ہیں یہ کب سے ان کپنیوں کی طرف pending چلے آ رہے ہیں اور وہ اگر ملٹی نیشنل کپنیاں ہیں یا جو بھی ہیں وہ بقایا جات کیوں ادا نہیں کر رہیں۔ ٹھیک ہے اگر انہوں نے انہیں کوئی valid contract دیا ہے تو اس کے مطابق انہیں بقایا جات ادا کرنے چاہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ دفتر میں بیٹھ کر ان کو یہ جگہ دینے کی بجائے اس جگہ کا لیز کے لئے بھی open auction کرتے کیونکہ ہمارے ملک کے اندر بھی ایسی کپنیاں ہیں جو اس سے زیادہ رقم ان کو دے سکتی تھیں کیونکہ جب روڈ ٹرانسپورٹ کا روپوریشن کا ادارہ ختم ہوا تو نہ صرف لاہور کے اندر بلکہ پورے پنجاب کے اندر ایسی زمینیں تھیں جو کہ بڑی اچھی location پر واقع تھیں، شر کے اندر تھیں اور اربوں روپے کی وہ جگہ تھی لیکن ان کو اونے پونے دام میں دے دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ وضاحت کر دیں کہ یہ جو لیزانہوں نے دی ہے یہ open auction کے ذریعے دی تھی یا ویسے ان کو award کر دی گئی ہے اور جو بقایا جات ہیں وہ کتنی دیر سے بقایا ہیں اور یہ کیوں وصول نہیں کر رہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا! 1997 سے پہلے ان تمام کپنیوں کو جگہ دی گئی ہے۔ صرف دو کپنیاں ایسی ہیں جن کو بعد میں یہ جگہ لیز پر دی گئی ہے اور 1997 سے پہلے پی آرٹی سی کے تحت جو جی ٹی ایس کی بسیں چلتی تھیں ان کو ہر ماہ کروڑوں روپے کا خسارہ ہوتا تھا۔ اس میں پیدا کرنے اور فرخچا رزڈ سسٹم کو کامیاب بنانے کے لئے لوگوں کو لیز پر جگہ دی گئی attraction ہے۔ جس طرح میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ لیز کی جور قم ہے اس کو بھی بڑھا دیا گیا ہے۔ بسوں کا کرایہ بھی 50 روپے روزانہ کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

حاجی محمد اعجاز: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ ---

جناب سپیکر: چودھری صاحب اس پر کافی بات ہو چکی ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب والا! میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر موصوف یہ فرمادیں کہ ان سے بقا یا جات کی رقم کسب تک وصول کر لی جائے گی؟

جناب سپیکر: وزیر موصوف سے یہ گزارش کروں گا کہ recovery کی رقم جلد وصول کی جائے۔ محرک چونکہ مزید اس کو پر لیں نہیں کرنا چاہرہ ہے اس لئے تحریک التوانے کا dispose of ہوتی ہے۔

سرکاری کارروائی

جناب سپیکر: کل مورخ 26۔ جون 2006 کو ضمنی بجٹ 06-2005 پر عام بحث کامل کر لی گئی تھی تاہم وزیر خزانہ کی wind up تقریر آج تک ملتوی کر دی گئی تھی۔ میں وزیر خزانہ صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی wind up تقریر شروع کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ضمنی میراثیہ بابت سال 2005-06 پر وزیر خزانہ کی اختتامی تقریر

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اس معزز ایوان کے معزز ارکین کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خاص طور پر اپوزیشن اور حکومتی بنچوں کے ان تمام ساتھیوں کا جنمیں نے اس بحث میں حصہ لیا اور ہمیں بہت ہی مثبت تجاویز دیں، مثبت تقید بھی کی۔ کچھ چیزیں ہیں جو میں جناب کی وساطت سے دونوں اطراف پر یہی ہوئے معزز ارکین کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا۔ سب سے پہلے تو میں یہ بتانا چاہوں گا کہ سپلینٹری بجٹ ہے۔ کیا چیز سپلینٹری بجٹ جس وقت آپ اپنامی سال شروع کرتے ہیں جس طرح آج ہم نے 07-2006 کا بجٹ کچھ روز پہلے پاس کیا۔ اس میں کچھ ملکہ جات ایسے ہوتے ہیں جو اپنے اخراجات نہیں کر سکتے اور وہ اپنے surrenders میں کچھ اس بجٹ کی رقم سے زیادہ اخراجات کرتے ہیں۔ ان اخراجات کی دیتے ہیں کچھ اس بجٹ کی شکل میں، میں نے بتائی اور ایک re-appropriation کرنے کو ہم سپلینٹری بجٹ کی شکل میں، میں نے بتائی اور ایک surrenders اور accesses کی شکل میں، میں نے بتائی اور ایک آپ کو کہیں نہ کہیں کی کرنا پڑتی ہے۔

جناب والا! سپلیمنٹری بجٹ جب سے یہ معزز ایوان وجود میں آیا ہے ہمیشہ سے بجٹ کا حصہ ہی رہے ہیں اور بجٹ کے ساتھ سپلیمنٹری بجٹ بھی آتے رہے ہیں۔ ایوان میں کچھ دوستوں نے حکومت کی بے اختیاری کی بات کی اور اس قسم کا تاثر دینے کی کوشش کی کہ حکومت سپلیمنٹری بجٹ جس طریقے سے پیش کر رہی ہے اس طریقے سے نہیں کیا جا سکتا۔ Budget کا بھی حوالہ دیا گیا۔ Budget Manual کے کچھ رولز کو quote کیا گیا۔ مجھ سے یقیناً اس معزز ہاؤس کے اراکین اتفاق کریں گے کہ ہمارے لئے سب سے مقدس کتاب ہمارا آئین ہے۔ میں آئین کا آرٹیکل 124 جو سپلیمنٹری گرانٹ اور access سے متعلق ہے، اس معزز ایوان کے سامنے پڑھ رہا ہوں۔

124. If in respect of any financial year it is found:

- (a) That the amount authorized to be expended for a particular service for the current financial year is insufficient, or that a need has arisen for expenditure upon some new service not included in the Annual Budget Statement for that year; or
- (b) That any money has been spent on any service during a financial year in excess of the amount granted for that service for that year; the Provincial Government shall have power to authorize expenditure from the Provincial Consolidated Fund, whether the expenditure is charged by the Constitution upon that Fund or not, and shall cause to be laid before the Provincial Assembly as Supplementary Budget Statement or, as the case may be, an Excess Budget Statement, setting out the amount of that expenditure, and the provisions of Articles 120 to 123

shall apply to those statements as they apply
to the Annual Budget Statement.

جناب والا! میں نے معززاں ایوان کے سامنے آئیں کا یہ آرٹیکل 124 پڑھا ہے۔ یہ صرف اس تاثر کو dispel کرنے کے لئے ہے۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ اس میں میرے معززاں بھائی کی بدینتی شامل تھی لیکن کل ان کی کم علمی ضرور تھی کہ ان کو کچھ حصہ پتا تھا جو overriding constitution کا ایک اختیار کسی بھی حکومت کے پاس ہوتا ہے اس کا تذکرہ انہوں نے نہیں فرمایا۔ جناب والا! مثال دی گئی ہے اس پر کہ یورپ میں پانچ فیصد سے اگر زیادہ ضمنی بجٹ دیا جائے تو اس کے لئے حکومت معزرت خواہ بھی ہوتی ہے، حکومت پشمیان بھی ہوتی ہے اور اس کے لئے بہت مشکل وقت آتا ہے۔ میں جس طرح پہلے گزارش کر چکا ہوں کہ میرے پاس 1991-92 سے لے کر 2005-06 تک کے figures موجود ہیں میں شروع میں بھی گزارش کر چکا ہوں کہ تمام حکومتیں یہ ضمنی بجٹ دیتی رہی ہیں۔ میں صرف تین سالوں تک محیط رہوں گا۔ پہلے مالی سال میں ہمارے ضمنی بجٹ کا 23 percent of total budget یعنی 2003-04 میں 23 فیصد تھا۔ 2004-05 میں 21 فیصد اور 2005-06 ساڑھے اکیس فیصد۔ اس کو ہم بتدریج گھٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جناب والا! ایک بہت ہی interesting بات جس کے لئے میں ہاؤس کی توجہ چاہوں گا اس کے number شاید لوگوں کو اتنے numbers attract کریں لیکن ان کو میں خاص طور کرنا چاہوں گا کہ ضمنی بجٹ کے trends کیا رہے ہیں۔ ضمنی بجٹ کون کس طرح سے خرچ کرتا رہا ہے۔ کل میرے تقریباً 90 فیصد بھائیوں نے جس چیز کو criticize کیا پوچھیں کو کیا جو ہمارے ضمنی کا 6 فیصد ہے۔ جزو ایڈمنیسٹریشن کی مثال دی گئی جو ہمارے Supplementary Budget کا 1.49 فیصد ہے۔ criticise پر miscellaneous grants کیا گیا جو ہمارے non-development side کیا گیا اور میں comparison کیا رہوں گا کہ 1991 کا کیا گیا جن کا volume یہ بتتا ہے۔ criticise کیا گیا جن کا volume یہ بتتا ہے۔ اگر آپ ان تمام کو اکٹھا کریں تو یہ تقریباً 90 فیصد سے بھی کم بنتے ہیں جن پر criticise کیا گیا اور ان مدت کے sizes پہلے کیا رہے، میں non-development side کی کچھ مدت کو criticise کیا گیا جن کا volume یہ بتتا ہے۔ اس سال ہمارا supplementary out of total 70 percent

non-development portion of 1992 میں 20 percent development 1993-94 میں 80 percent supplementary 1994-95 میں 94 percent non-development 1995-96 میں 63 فیصد، 1996-97 میں 100 فیصد، 1997-98 میں 78 فیصد، 1998-99 میں 99 فیصد، 1999-2000 میں 93 فیصد، 2000-01 میں 99 فیصد، 2001-02 میں 72 فیصد۔

جناب والا! ہم نے current side spending پر صرف 20 فیصد کی ہے۔ میں یہ نہیں دعویٰ کرتا کہ سابق حکومتیں supplementary کیوں دیتی تھیں اور ہم کیوں دے رہے ہیں، لیکن میں اس معزز ایوان کے سامنے ضرور لانا چاہتا ہوں کہ spending trend کا جو تھا وہ 100 فیصد ان مدت پر تھا جن کی نشاندہی کل اس معزز ایوان کے 90 فیصد اراکین نے کی۔ مجھے یہاں پر یہ بھی کہا گیا کہ فناں منظر اور ٹریشری بخز کے بھائیوں اکوئی حیا کرو اور تم لوگ شرمند ہو، تمہاری نظریں شرمند ہونی چاہیں۔

جناب والا! ہم پر بھی financial management criticism کیا گیا جس کو میں ثابت کر چکا ہوں کہ Constitution protect کرتا ہے میں اپنے اپوزیشن کے بھائیوں کی بات درست مان لیتا ہوں، حسنین دریٹک کو، چودھری پرویز الہی کی حکومت کو سال کے اختتام پر اپوزیشن اور حکومت مبارکباد کا ایک سرٹیکٹ جاری کرے گی کہ آپ نے یورپ سے compete کیا اور آپ کا Supplementary Budget 5 percent کا 500 چلانی گئیں۔ مجھے ایسی ندامت پہنچتی ہے جس میں میں اپنے لوگوں کے مسائل حل کر سکوں۔ مجھے کسی قسم کا ایسا سرٹیکٹ نہیں چاہئے جس پر میرے لوگ suffer کریں۔ (نصرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میں بڑے شروع کی like wise urban water supply sector میں تقریباً 61 سکھیمیں تھیں۔ میں نادم ہوں، میں بے بناء شرمند ہوں کہ میں نے جناب کا سرٹیکٹ نہیں لیا اور اللہ تعالیٰ مجھے اس سرٹیکٹ سے بچائے رکھے کہ ایک سال کے بعد میں سرٹیکٹ لوں

اور میں لوگوں کو کہوں کہ بابا! مجھے یہ سرٹیکٹ چاہئے تھا، یہ ڈگری آج مجھے مل گئی ہے اور میں آج جو تمہارا مسئلہ حل کر سکتا ہوں وہ ایک سال کے بعد کروں گا۔

جناب والا! پھر میرے بھائی روڈز پر criticize کرتے ہیں اور بار بار اضلاع deprived کا ذکر کرتے ہیں۔ اسی Supplementary Budget میں ہمارا روڈز سیکٹر کا budget تقریباً 12 ارب روپے تھا۔ اس میں 11 ارب روپے supplementary estimate کے ذریعے خرچ کئے گئے ہیں اور اس 11 ارب روپے سے میانوالی، بھکر کی backwardness پر کوئی دو آراء نہیں ہیں۔ 307 کلومیٹر نئے روڈز بنائے گئے اور تقریباً 30 کلومیٹر کی widening improvement کی گئی۔ ملتان، مظفر گڑھ، لیہ، ڈی جی خان، راجن پور، 166 کلومیٹر نئے روڈز اور تقریباً 8 کلومیٹر کی widening improvement۔

جناب والا! بہاولپور، بہاولنگر، لودھر، 210 کلومیٹر نئے روڈز اور 5 کلومیٹر روڈز کی widening improvement۔ اس Supplementary Budget کے ذریعے کل 1060 کلومیٹر نئے روڈز تعمیر کئے گئے ہیں۔ ان کا سرٹیکٹ ان کو مبارک اور میرے لئے میرے صوبے کے deprived اور غریب سے غریب تر لوگوں کی ضرورت کی اہمیت بے پناہ زیادہ ہے۔

جناب والا! بے پناہ باتیں ہوتی رہیں۔ مختلف دوست مختلف اوقات میں criticize کرتے رہے کہ لاہور اور سیالکوٹ کا موڑوے نہیں بننا چاہئے۔ میں اس پورے معززا یوان سے پوچھتا ہوں، میں سابق حکومتوں سے پوچھتا ہوں جس کے ہم بھی اور آپ بھی ممبر رہے اور میں وفاقی حکومت سے پوچھتا ہوں کہ سیالکوٹ میں کون سا ایسا بڑا کام کیا گیا کہ سیالکوٹ support کا ایک بہت بڑا مکمل اندھری نہیں کیا۔ میں اپنے ان تمام تھا کہ وزیر آباد کے اندر کٹلری اور مختلف قسم کی صنعت ترقی کرے، گورنمنٹ کا کون سا ایسا export goods major contribution کو کیا۔ میں اپنے ان تمام initiative کو 100 فیصد خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد اور اپنی ہمت کے ساتھ نہ صرف اپنانام ملک میں پیدا کیا بلکہ ملک کا نام دنیا بھر میں مشور کیا۔

جناب والا! آج ہم اس نئی پر کھڑے ہیں کہ کیا اب بھی ہم نے ان کو انہی کے سر پر چھوڑ دیتا ہے کہ بابا! اپنے سر پر ہمت کرو، جو کرو گے کرو گے یا ہم نے آگے جانے کا سوچنا ہے۔

جناب والا! ہم نے سوچ سمجھ کر 100 فیصد فیصلہ کیا ہے کہ جو لوگ آج تک کبھی ڈوبتے رہے اور کبھی اپنے سر پر نکلتے رہے، اگر گورنمنٹ کا contribution رہا بھی ہے تو بہت رہا ہے تو ہم ان کی کیوں نہ پذیرائی کریں، ان کے مسائل کو گھٹانے کی کیوں نہ کوشش کریں۔

جناب سپیکر! میرے انتہائی قابل احترام بھائی چودھری اصغر علی گجر صاحب آج اتفاق سے اپنی سیٹ پر تشریف نہیں رکھتے انہوں نے فرمایا کہ مجھے ابھام ہے کہ میرے حلقوں میں جو بھی لوگ بھرتی کئے جائیں وہ میرے ہی حلقوں سے ہونے چاہیں جس کی clarification honourable Law Minister Sahib

جناب والا! میں کچھ چیزوں پر خاص طور پر اپوزیشن کی توجہ چاہوں گا۔ ایجو کیشن سیکٹر ریفارم پروگرام تشكیل دیا گیا جس کو کم از کم کتابوں کی حد تک تمام ہاؤس ہی ماننا ہے اور جو ہمارے ایک ایک اے کے دوست ہیں وہ اس کو مزید appreciate کرتے ہیں۔ ایجو کیشن سیکٹر ریفارم پروگرام تھا کیا؟ صوبہ بھر کے تمام سکولوں کی missing facilities کیا گیا ہے کہ irrespective of asses کے گجرات کے اندر کون سا سکول ہے اور اس کی کیا missing facility ہے اور تحصیل چوبارہ کے اندر کتنے سکول ہیں اور ان میں کیا missing facilities ہیں۔

جناب والا! موجودہ گورنمنٹ نے steering committees بنائی ہوئی ہیں اور ٹریوری سائیڈ کے معزز ممبر ان اس کے چیئر مین ہیں۔ اب وہ چیئر مین زیادہ سے زیادہ ڈنڈی مارے گا تو کیا مارے گا؟ وہ یہ تو کر سکتا ہے کہ چوبارہ تحصیل کے سکول کو پہلے سال کی بجائے دوسرے سال پر کر لے لیکن یہ قطعی طور پر ناممکن ہے کہ جس طرح ان کے حلقوں کے سکول بن رہے ہیں، اس طرح ان کے حلقوں کے سکول نہ بنیں۔ یہ ایک بہت بڑی paradigm shift تھی۔ وہ حلقوں جماں پر اپوزیشن کے ممبرز ہوتے تھے۔ وہاں کے لوگوں کو یہ سمجھا جاتا تھا کہ نعوذ باللہ عزراہیل سے آئے ہوئے ہیں یا انڈیا کے ایجنسٹ ہیں۔ وہاں پر کوئی ایئنٹ لگ جاتی تھی تو ایوان انتدار کے لوگ ان لوگوں کو والٹا لیکا دیتے تھے کہ یہاں پر ترقی کیوں ہوئی۔ حالانکہ صوبہ پنجاب کے ایک ایک شری اور ہر حلقوں کے ایک ایک بندے کا ہمارے وزیر اعلیٰ پر اسی طرح حق ہے جس طرح ہمارے حکومتی بچوں کے اراکین کا حق ہے۔ (نصرہ ہائے چھسین)

جناب سپیکر! میں Basic Health Units کی بات کرنا چاہوں گا۔ میں آج پورے اعتماد کے ساتھ پورے ہاؤس کو یقین دہانی کرتا ہوں کہ چاہے وہ حلقوں قاسم خیاء صاحب کا ہے، رانشنا اللہ صاحب کا ہے یا کسی بھی معزز کرن کا ہے۔ آپ یہ تقدیم توکر سکتے ہیں کہ ہر BHU میں کارڈک سنٹر کیوں نہیں ہے۔ ہمارا جو BHU upgrade ہو گا اس کا لیول بھی وہی ہو گا جو وزیر صحت کے علاقے نارواں میں upgrade ہو گا اس کا لیول بھی وہی ہو گا۔ ہم نے minimum معيار مقرر کیا ہے۔ جس پر ہم تمام BHUs کو up grade کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میری آخری کوشش ہو گی کہ میں کسی بھی سابق حکومت کا ذکر نہ کروں۔ میں قطعی طور پر اس چیز پر یقین نہیں رکھتا کہ کسی کے متعلق بات کروں۔ میری کوشش ہے کہ میرا focus یعنی رہے کہ ہم کچھ بہتر کریں۔

جناب والا! Water Supply اور Sanitation کے متعلق بے بنہ باتیں ہوتی رہیں۔ اس سے بے بنہ تکلیف دہ واقعات بھی سامنے آئے۔ ہماری واٹر سپلائی سسیم ایک دو کلو میٹر یا ایک دو ہزار کلو میٹر پر محیط نہیں ہے بلکہ یہ لاکھوں کلو میٹر کی پائپ لائن ہیں۔ میں on the floor of the House کہہ رہا ہوں کہ over night یا ایک سال میں تبدیل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس پر کیا کیا جاسکتا تھا یا تو جہاں پر کوئی مسئلہ سامنے آئے تو اس جگہ پر پائپوں کو تبدیل کر دیا جائے یا overall phased manner میں تبدیل کیا جائے۔ جہاں پر پائپ لائن تبدیل نہیں ہو رہی تو وہاں پر لوگ کیا کریں گے۔ اس علاقے کے لوگوں کو وہیں سے پانی بینا پڑے گا چاہے وہ contaminated ہے یا ٹھیک ہے۔

جناب والا! حکومت نے دو طریقوں سے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی ہے، پائپ لائنوں کی تبدیلی کا پروگرام تو چلتا ہی رہے گا لیکن یہ فیصلہ بھی ساتھ ہی کیا گیا کہ ہماری ہر یونین کو نسل میں واٹر فلٹر یشن پلانٹ لگائے جائیں تاکہ کم از کم ہر یونین کو نسل میں لوگ اپنے لئے پینے کا صاف پانی وہاں سے حاصل کر سکیں اور اس مسئلے کو جلد از جلد حل کیا جاسکے۔

جناب سپیکر! ایک بہت ہی point valid اٹھایا گیا تھا جس کی میں یہاں ضرور وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ فیدرل ڈویلپمنٹ پروگرام میں صوبوں کے وسائل ختم کر دیئے گئے ہیں یا صوبوں کے پراجیکٹ اب نہیں لئے جائیں گے۔ فیدرل PSDP میں جو صوبائی نوعیت کے جو پروگرام آتے تھے۔ اب وفاقی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کو صوبے خود take up کریں گے اور جو

وفاقی نوعیت کے پروگرام ہیں جن میں سوئی گیس اور بجلی آجاتی ہے۔ ان کو وفاقی حکومت اپنے طور پر کرے گی اور تمام صوبوں میں implement کیا جائے گا۔

جناب والا ایک اور چیز کی repetition ہو گی لیکن میں آپ کی وساطت سے ضرور اس معزز ایوان کے گوش گزار کرنا چاہوں گا کہ کس نے کہا کہ موجودہ وزیر اعلیٰ پنجاب کو کہ آپ بتائیے کہ آپ کا level net enrollment primary کیا ہے، آئندہ سال آپ کیا کریں گے۔ خواتین کا کیا ہے، بچوں کا کیا ہے اور بچوں کا کیا ہے۔ آپ کے children fully immunized موجودہ سال میں کیا ہیں، آئندہ سال میں اربوں روپیہ خرچ کر کے آپ کیا کریں گے۔ delivery by trained birth attendants میں کیا ہے، آئندہ سال میں آپ کیا کریں گے۔ Infant mortality rate per 1000 lives 2005-06 میں کیا ہے اور 2006-07 میں کیا ہے۔ خدا کسی نے بھی نہیں کہا۔ یہ خیال ہر ایک حکومت اور ہر باخیر شخص کو ضرور آتا ہو گا لیکن اس قسم کا فیصلہ کرنے کے لئے جرأت بھی چاہئے اور حوصلہ بھی چاہئے اور اپنے آپ کو عوام کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے لئے یہ ٹارگٹ مقرر کئے ہیں۔ ان میں سے کچھ ہم حاصل کریں گے، کچھ میں ہم ٹارگٹ سے آگے جائیں گے اور کچھ ٹارگٹ ہم حاصل نہیں کر سکیں گے۔

جناب والا! میں آخری بات کر کے اس معزز ایوان سے اجازت چاہوں گا کہ اس سال ہمارے بجٹ کا خاص طور پر ڈولیپمنٹ بجٹ کا حجم 100۔ ارب روپیہ بتایا گیا ہے۔ میں آج حکومتی بچوں اور اپوزیشن کے بھائیوں کو کہوں گا کہ یہ بھی آج ہمارے ساتھ اپنا سفر فخر سے بلند کریں کہ جو موجودہ مالی سال 2005-06 ختم ہو رہا ہے۔ اس سال ہمارا 53۔ ارب روپے proposed budget تھا اور 10۔ ارب روپے ضلعی حکومتوں کے لئے منص کئے گئے تھے لیکن الحمد للہ اس سال ہمارا جو سالانہ بجٹ ہے، آنے کے بعد اس کا حجم 90۔ ارب روپیہ

ہے۔

جناب والا! ہم نے بہتری اور پنجاب کے عوام کی خوشحالی کے لئے پہلے vision دیا اور یہ آنے والا وقت ہی ثابت کرے گا کہ ہماری نیتیں خالص تھیں، جذبہ سچا ہوا اور انشاء اللہ انشاء اللہ پنجاب کے عوام ہمارے اس ڈولیپمنٹ پروگرام اور ان کے شرات سے ضرور مستقید ہوں گے۔
بہت شکریہ

ضمی میرانیہ بابت سال 2005-06 کے مطالبات زر

پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر: شکریہ۔ اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔ اب ہم گوشوارہ ضمی بجٹ برائے سال 2005-06 کے مطالبات زر زیر غور لاتے ہیں۔ سال 2005-06 کے ضمی بجٹ میں مطالبات زر کی تعداد 38 ہے۔ حکومت اور اپوزیشن کے درمیان یہ طے ہوا ہے کہ 38 مطالبات زر میں سے 5 مطالبات زر میں حسب ذیل ترتیب سے cut motions پیش کی جائیں گی۔

آج اپوزیشن اور حکومت میں طے ہوا ہے کہ زراعت اور تعلیم کے مطالبات زر پر cut motions پیش کی جائیں گی۔ cut motions کے ذریعے مطالبات زر پر کارروائی نماز ظہر تک جاری رہے گی اور باقی ماندہ مطالبات زر پر کارروائی قواعد اضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ (4) 144 کے تحت گلوٹین کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے ہو گی۔

رانا ثناء اللہ خان: پوانٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ کے چیئرمیں یہ طے ہوا تھا کہ اگر ہم گیارہ بنجے شروع کریں گے تو پھر نماز ظہر تک cut motions پر بات مکمل ہو جائے گی۔ اب 11 جنگر 20 منٹ ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کو 20 منٹ زیادہ دے دیں گے۔ اب میں وزیر خزانہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ مطالبه زر نمبر 14 پیش کریں۔

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

”ایک ضمی رقم جو 34 کروڑ 80 لاکھ 79 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قبل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”زراعت“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 34 کروڑ 80 لاکھ 79 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر

پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم

ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قبل ادا اخراجات

کے مساوی اگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”زراعت“ برداشت کرنے پر ڈس

گے“

مطالبه نمبر 14 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے موصول ہوئی ہے:
 جناب قاسم ضیاء، رانا آفتاب احمد خان، جناب سمیع اللہ خان، سید ناظم حسین شاہ، چودھری زاہد
 پروین، جناب جمانزیب امیاز گل، جناب محمد یار موزکا، راجہ ریاض احمد، محترمہ عظمی زاہد بخاری،
 محترمہ فرزانہ راجہ، ڈاکٹر نادیہ عویز، ملک اصغر علی قیصر، راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈوکیٹ)،
 راجہ محمد طارق کیانی، بریگیڈر (ریٹائرڈ) محمد حسن، جناب عامر فدا پراچہ، جناب اشتیاق احمد مرزا،
 جناب محمد افضل مرزا، جناب محمد ریاض شاہد، ڈاکٹر اسد معظم، جناب فیض اللہ کوکا، جناب علی حسن
 رضا قاضی، سید حسن مرتضی، لالہ شکیل الرحمن (ایڈوکیٹ)، میاں سعود حسن ڈار، حاجی محمد اعجاز،
 چودھری مشتاق احمد (ایڈوکیٹ)، سید مظفر حسین کاظمی، جناب محمد اشرف خان، ڈاکٹر محمد جاوید
 صدیقی، ملک محمد اسحاق بچہ، چودھری محمد شبیر، جناب اعجاز احمد سماں، جناب تنویر اشرف کارہ، میحر
 (ریٹائرڈ) احسان الی چودھری، جناب طاہر اختر ملک، ملک محمد ارشد جٹ راں، مخدوم سید محمد مختار
 حسین شاہ، پیر مشتاق احمد شاہ، جناب احسان الحق حسن نوازی، میاں سیف اللہ اویسی، راؤ اعجاز علی
 خان، جناب شاہد انجم، میاں محمد اسلام، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوو، جناب جاوید حسن گجر، شیخ عربیزادہ اسلام،
 محترمہ نشاط افزا، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ طعلت یعقوب، محترمہ ثمینہ نوید، محترمہ فائزہ احمد،
 محترمہ نور النساء ملک، محترمہ تجھی سلیم، محترمہ صیحہ بیگم، محترمہ صائمہ بخاری، محترمہ عذر بانو،
 جناب پرویز رفیق، جناب نوید عامر، رانا ثنا اللہ خان، رانا مشود احمد خان، چودھری محمد شفیق انور، شیخ
 اعجاز احمد، ڈاکٹر اسد اشرف، راجہ محمد علی، ملک محمد اقبال چنڈ، راجہ ارشد محمود، چودھری محمد ایاز، ملک
 ابرار احمد، جناب محمد نواز ملک، جناب عمر اشرف، جناب بلاں یاسین، جناب محمد آجام شریف،
 جناب مجتبی شجاع الرحمن، مراشتیاق احمد، چودھری عبدالغفور خان، رانا تجمل حسین، جناب محمد
 افضل کوکھر، جناب افضل سلطان ڈوگر، چودھری سجاد حیدر گجر، میاں یاور زمان، بابو نفسیں احمد

انصاری، ڈاکٹر نذیر احمد مسٹھو ڈوگر، مراجع اباز احمد اچلانہ، جناب کامران مائیکل، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ افشاں فاروق، محترمہ خالدہ منصور، محترمہ نگمت پروین میر، محترمہ شہناز سلیم، محترمہ عابدہ جاوید، چودھری اصغر علی گجر، ڈاکٹر سید و سیم اختر، سید احسان اللہ وقاراں، جناب محمد وقاراں، چودھری محمد شوکت، سید ابیاز حسین بخاری، جناب ارشد محمود گبو، محترمہ طاہرہ منیر، محترمہ زیب النساء قریشی!

جی، راتا صاحب move کریں گے یا کوئی اور معزز کرنے move کرنا چاہتا ہے؟

چودھری اصغر علی گجر: میں کروں گا۔

جناب سپیکر: جی، چودھری اصغر علی گجر صاحب اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کریں گے۔

چودھری اصغر علی گجر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

”34 کروڑ، 80 لاکھ، 79 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبات زر نمبر 14

زراعت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔“

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

”34 کروڑ، 80 لاکھ، 79 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبات زر نمبر 14

زراعت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔“

MINISTER FOR AGRICULTURE: I oppose it, Sir.

جناب سپیکر: منسٹر ایگر یکلچر سے oppose کرتے ہیں۔ جی، اصغر علی گجر صاحب!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! عرصہ پانچ چھ سال سے اس ملک کے اندر بارشوں کا سلسہ، دریاؤں میں طغیانی اور برف کا پہاڑوں پر جمنا بھی پہلے سے بہت کم ہو گیا ہے ان تمام باتوں کے اثرات کسانوں اور زراعت پر پڑ رہے ہیں بلکہ دریاؤں میں پانی یہاں تک کم ہو گیا کہ زمین کا داڑر لیوں بھی پہلے سے زیادہ گمراہ ہو گیا ہے اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں اس وقت پنجاب کے اندر جتنی مشکل میں کسان یا زراعت ہے اور کوئی محکمہ نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پنجاب کے اندر سب سے زیادہ اہمیت زراعت کو دی جانی چاہئے تھی، اس پر نظر رکھنی چاہئے تھی کہ اگر اس ملک کا 75 فیصد حصہ خوشحال نہ ہو، اگر کسان خوشحال نہ ہو، اگر اس کے کھیت نہ لملمائیں، اگر وہاں سے فصلیں نہ اگائی جائیں تو یقیناً اس کے بازار کبھی بارونق نہیں ہو سکتے، اس کے صنعتی کارخانے کبھی نہیں چل سکتے اس لئے صنعتوں کو آباد کرنے کے لئے، بازاروں میں رونق لانے کے

لئے، کاروبار کو بڑھانے کے لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ اہم روں زراعت کا ہے اس کو ترقی ملنی چاہئے تھی لیکن افسوس کہ پانی کم ہوتا گیا، زراعت کو نقصان ہوتا گیا۔ حکومت کی طرف سے چاہئے تھا کہ یہاں سے مراعات ملتیں لیکن ساتھ ساتھ حکومت کی طرف سے کھاد کی قیمتیں بڑھتی چلی گئیں، سپرے کی قیمتیں بڑھتی چلی گئیں۔ میرے محترم وزیر جناب لودھی صاحب جنہوں نے oppose کیا ہے، مجھے سخت افسوس ہے کہ میں نے جب بھی ایوان میں زراعت کے متعلق کسی current issue پر بات کی تو انہوں نے اٹھ کر ہمیشہ بالکل غلط جواب دیا ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں اور یہ یہاں جواب دے دیتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کھاد کی قیمتیں بڑھنی والی ہیں۔ میں نے کہا کہ فصل کی بیجانی کا موسم آنے والا ہے کھاد کی قیمتیں بڑھ جائیں گی۔ لودھی صاحب نے اٹھ کر فرمایا کہ کھاد کی قیمتیں کم ہو رہی ہیں۔ صدر نے اعلان کیا کہ/-1000 روپے کی بجائے/-900 روپے کی ڈی اے پی ملے گی۔ جب مارکیٹ میں گئے تو/-1100 روپے کی بوری تھی۔ یہاں پر اعلان ہوتا ہے کہ سائز ہے تین سو کی یوریا کھاد ملے گی، جب بازار گئے تو سائز ہے پانچ سوروپے کی ملی۔ یعنی اس طریقے سے زراعت کو ختم کیا جا رہا ہے جس طرح کوئی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے کہ زراعت کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے۔ افسوس یہ ہے کہ چونکہ کسانوں کے اندر unity نہیں ہے، اتفاق نہیں ہے اس لئے ان کی بات پر کوئی کان نہیں دھرا جاتا۔ حکومت کا یہ حال ہے کہ 1991 میں ایک گندم کا انقلاب حکومت کی طرف سے introduce ہوا اور اب تک انقلاب چل رہا ہے۔ کوئی ایسا نیا جنم آیا جو پاکستان کے اندر کاشت کر کے اس کی پیداوار کو مزید بڑھایا جائے۔ اس کے علاوہ میں یہ چاہتا تھا اور کاش کہ مجھ سے رائے لی جاتی۔ میں نے آپ کی وساطت سے راجہ بشارت صاحب کو ایک تجویز پیش کی تھی کہ یہ ایوان ایک قرارداد متفقہ طور پر پیش کرے جو مرکز کو بھیجی جائے کہ ڈیزل کی قیمتیں کم کی جائیں۔ راجہ صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ ہم یہ قرارداد پیش کریں گے۔ اس دن اجلاس کا آخری دن تھا تو انہوں نے کہا کہ اس اجلاس میں نہیں بلکہ اگلے اجلاس میں متفقہ قرارداد پیش کریں گے کہ ڈیزل کی قیمتیں کم کی جائیں لیکن افسوس کہ وہ وعدہ وفا نہ ہو سکا اور آج تک اس ایوان کی طرف سے کوئی پیشرفت نہیں ہو سکی، یہ صوبہ جو قطعی طور پر زراعت ہی پر منحصر ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے 99 فیصد لوگ زراعت سے منسلک ہیں ان کی طرف سے کسانوں کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے کوئی اقدام مرکزی حکومت کو نہیں بھیجا گیا۔

جناب سپریک! میں اب بھی یہ چاہتا ہوں اور اب انہیں بھی چاہئے کہ اگر مرکزی حکومت نہیں کر سکتی تو صوبہ کوئی پیسار کھدے، 20۔ ارب روپیہ یا 25۔ ارب روپیہ مختص کر دے کہ جتنے پنجاب کے اندر کسان ہیں ان کے پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے بجلی کے کنٹشن فری دیں، سب سڈی پر دیں۔ بجلی کے ریٹ وہی دیں، ادائیگی بھی کریں لیکن کنٹشن subsidize کر دیں۔ حکومت پنجاب کو ایسا کرنا چاہئے تاکہ زراعت کو کسی نہ کسی طریقے سے اٹھایا جاسکے۔ پچھلے دنوں اخبار کے اندر رخبر لگی ہوئی تھی کہ چین نے پاکستان کے آم لینے سے انکار کر دیا، بڑی افسوسناک خبر ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آم کی کوالٹی کو بہتر کیا جائے اور اگر یہ خبر درست ہے تو اس کو کسی نہ کسی طریقے سے اس کی کوالٹی کو دور کیا جائے کہ ہماری اجنساں تو پہلے ہی باہر نہیں جا رہیں، پہلے ہی وہ لوگ انہیں مسترد کرتے ہیں۔ اس کو اتنا معیاری بنایا جائے کیونکہ ہماری جتنی فعلیں باہر جائیں گی اتنا ہی کسان کو کوئی ریلیف مل سکے گا۔ یعنی باہر نہیں جا رہا، مالٹا باہر نہیں جا رہا بلکہ نہ ہونے کے برابر باہر مانگ ہے اس لئے ہماری اجنساں کو باہر کی منڈیوں میں متعارف کروانا چاہئے تاکہ کسان کو کوئی ریلیف مل سکے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت اگر سب سے بڑی کوئی زیادتی، ظلم ہو رہا ہے تو وہ کسان کے ساتھ ہے۔ کھاد کی قیمتیں آسان پر لگی ہوئی ہیں۔ سپرے کی ادویات کی قیمتیں بے تحاشا ہیں، ڈیزل بہت منگا ہے تو ان حالات میں کسان انتہائی مشکل سے دوچار ہے۔ میں اپنی حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ ہر قیمت پر کسانوں کی دلجمی کے لئے، کسی نہ کسی طریقے سے ان کے پانی کے معاملے کو ضرور حل کرے۔ پانی کا معاملہ صرف اسی صورت میں حل ہو سکتا ہے کہ بجلی کے کنٹشن کے جائیں تاکہ لوگ بجلی کے کنٹشن لگا کر پانی کی کمی کو پورا کر کے زراعت کو پھر سے آگے لے آئیں۔

آپ دیکھتے ہیں کہ جب کسان سے گناہیا جاتا ہے تو اس کی کیا قیمت ہوتی ہے اور جب کسان کو چینی دی جاتی ہے تو اس کی کیا قیمت ہوتی ہے۔ اب یہ بات بار بار دہرانے کی نہیں لیکن ابھی ہمارے وزیر موصوف کہہ رہے تھے کہ ہمیں کہا گیا ہے کہ آپ کو ان باتوں پر شرم آنی چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ میں یہ بات نہیں کرتا لیکن آپ خود سوچ لیں، خود دیکھ لیں کہ ایک غریب کسان اگر-40 روپے، -48 روپے یا 45 روپے چینی خریدے گا، وہ کیسے چینی خرید سکتا ہے۔ وہ کسی بھی حالت میں چینی نہیں خرید سکتا اور چینی کو منگا کرنے والے ہمارے دائیں اور بائیں بیٹھے ہیں۔ وہ حکمران ہیں، حکومت کے اندر موجود ہیں۔ لوگ کیا بھیجھیں گے کہ کیا خود حکمران یہ سب کچھ کر رہے ہیں

کیا یہ ڈکیٹ، چور، لیئر وں کو نہیں پکڑ سکتے۔ کل انہوں نے ایک بات کی ہے کہ اکتوبر میں ہم اپنے سٹورز خالی کر دیں گے۔ دیکھیں کہ کتنی عجیب بات ہے کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ جو قوم کو لوٹ رہے ہیں یعنی 25 کارخانے ہوں گے یادس بارہ آدمیوں کے نام آئے ہیں جنہوں نے سولہ کروڑ عوام کی جیبوں سے پیساناکال کراپنی جیبوں میں ڈال لیا۔ یہ کتنی بد قسمتی کی بات ہے کہ اس پر کوئی لے دے نہیں ہوا، اس پر کوئی ایکشن نہیں ہوا۔ اگر اس پر ایکشن نہیں ہو گا تو تمام کام دھرے کے دھرے رہ جائیں گے، کسی بات پر بھی کوئی ایکشن نہیں ہو گا۔ پرے کی دوایاں جعلی ملت رہیں گی، یعنی بھی خالص نہیں ملے گا اور کسی حالت میں کسان کو کوئی ریلیف نہیں مل سکے گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ زراعت کی مرد میں یہ جو ضمیر قمر کھی گئی اس میں کمی کی جائے اور اگر کمی نہیں کی جاتی تو کسان کو کم از کم subsidy دی جائے اور کوئی نہ کوئی سوتیں دی جائیں تاکہ کسان آگے آسکے اور وہ ان حالات کا مقابلہ کر سکے کیونکہ وہ بے زبان ہے۔ اس پاکستان کا کسان، اس پنجاب کا کسان بے زبان ہے، کاش کہ اس کو زبان مل جاتی تو پھر وہ ایوانوں تک پہنچ جاتا لیکن افسوس کہ اس میں یہ شعور نہیں ہے۔ اگر یہ حالات اسی طرح رہے، کسان تنگ رہے، ان کی کوئی شفاؤت نہ ہوئی تو پھر دیکھ لینا کہ کسان اٹھے گا، سڑکوں سے ہوتا ہوا ان ایوانوں کے دروازے توڑ کر اندر آئے جائے گا اور وہ وقت آپ کے اور نہ ہمارے سنبھلنے کا ہو گا۔ اس سے پہلے کہ کوئی اتنا بڑا انقلاب آئے، اس سے پہلے کہ لوگ اپنا حق مانگنے کے لئے آگے نکلیں حکومت کو چاہئے کہ ان کے لئے کچھ نہ کچھ کرے۔

جناب سپیکر: قاسم ضیاء صاحب، رانا آفتاب احمد خان صاحب!۔۔۔ میرا خیال ہے کہ جو بھی دوست بات کرنا چاہتے ہیں کیونکہ کافی معزز اکیں اسمبلی تشریف فرمائیں ہیں۔ جی، ریاض شاہد صاحب!

جناب محمد ریاض شاہد: شکریہ۔ جناب سپیکر! جیسا کہ اس ایوان میں کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے میں اس کے لئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان بنیادی طور پر زرعی ملک ہے۔ زراعت ہی ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے لیکن بڑی دیر سے یہ دیکھا گیا ہے کہ زراعت میں جو زیندار لوگ ہیں جو اس کو کاشت کرتے ہیں جو اپنا خون پسینہ اس میں صرف کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں، مشقت کرتے ہیں انہیں اس کا معاوضہ نہیں ملتا اور جب گندم یا کوئی فصل تیار ہوتی ہے تو اس کی قیمت اس محنت کے برابر نہیں ملتی۔ زراعت کے بارے میں جیسے میرے فاضل رکن نے کہا ہے کہ جب فصل کاشت کرنے کا موقع ہوتا ہے تو کھاد ممکنی ہو جاتی ہے اور جب ایک دفعہ ممکنی ہوتی ہے تو اس میں کمی نہیں ہوتی، پھر اگلے سال اس سے زیادہ، اگلی کاشت میں اس سے بھی زیادہ کھاد ممکنی ہو جاتی اور زیندار کا یہ حال

ہے کہ ابھی بہت سے لوگوں نے اسی ایوان میں بحث میں یہ کہا ہے کہ جب گندم تیار ہوئی، جب گندم پک گئی، جب اس کو بازار میں لانے کے لئے تیار کیا گیا تو اس کی قیمت جو حکومت نے مقرر کی تھی وہ 415 روپے تھی۔ 350 روپے، 375 روپے میں گندم فروخت ہوتی رہی اس طرح سے زیندار جو محنت کرتے ہیں، جو مل چلاتے ہیں، جو کھیتی بڑی کرتے ہیں انہیں اس کا معاوضہ نہیں ملتا۔

جناب سپیکر! ابھی میرے فاضل دوست نے ڈیزیل کے بارے میں کہا ہے کیونکہ پانی تمام زمینوں کو نہیں ملتا بلکہ پینے کا پانی بھی نہیں ملتا اور فصلوں کو لگانے کے لئے پانی ناکافی ہوتا ہے اس کی کوپورا کرنے کے لئے ٹیوب دیل چلائے جاتے ہیں۔ ٹیوب دیلوں کے لئے ڈیزیل اتنا منگلا ہے کہ فصل سے زیادہ اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ آج کے اس دور میں جو ہم سے چھوٹے ملک ہیں، کوریا، جاپان جیسے ملک ہیں جن کی زمینیں اتنی نہیں ہیں وہ ساری دنیا کو سبزیاں سپلائی کرتے ہیں، پھل سپلائی کرتے ہیں، دودھ سپلائی کرتے ہیں جبکہ ہمارے زیندار لا یو سٹاک میں بھی پہنچھے ہے، زراعت میں بھی پہنچھے ہے، اس کو ٹیکنا لو جی فراہم نہیں کی جاتی۔ زرعی ٹیکنا لو جی عام لوگوں تک نہیں پہنچ پاتی۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت نے یہ جوزراعت کے بارے میں پالیسیاں بنائی ہیں کہ ملک زرعی ہے اور بنیادی طور پر زراعت سے وابستہ ہے۔ 85 فیصد لوگ زراعت کے ذریعے روزی کماتے ہیں اس لئے حکومت کو چاہئے کہ زینداروں، محنت کشوں اور ہل چلانے والوں کو ان کوپورا معاوضہ دیں اور اپنے زراعت کے علم کو زینداروں تک پہنچائیں۔ مویشی پالنا زینداروں کے لئے آمدنی کا ایک ذریعہ ہوتا ہے اس کو سامنے بینیادوں پر روشناس کروائیں۔ میں آخر میں ایک بات کہ کر آپ سے اجازت چاہوں گا کہ پاکستان کے زراعت کے جوار باب اختیار ہیں، جو ہمارا حکمہ زراعت ہے، جو ہماری یونیورسٹیاں ہیں ان سب کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ ہمارے زینداروں، محنت کشوں تک اس کی تعلیم پہنچائیں اور انہیں اس میں مدد دیں کہ ہماری پیداوار بڑھے، آمدنی بڑھے اور لوگوں کا معیار زندگی بلند ہو۔

آخر میں، میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ایک شعر عرض ہے کہ:

جب بھار بارا کر کھیت لسلاتا ہے
کس کے نین روتے ہیں، کون مسکراتا ہے
کن کی محنتوں کا پھل داشتائیں کھاتی ہیں

جھونپڑوں سے رونے کی کیوں صدائیں آتی ہیں
کاش تم کبھی سمجھو، کاش تم کبھی جانو دس کرو ڈانساو

جناب پیکر: شکریہ۔ جی، رانشنا اللہ صاحب!

رانشنا اللہ خان: شکریہ۔ جناب پیکر! few word response! سپلینٹری بجٹ کی بحث کو conclude کیا ہے انہوں نے خود یہ تسلیم کیا ہے کہ 90 فیصد اکین نے فلاں فلاں ڈیپارٹمنٹ پر تقید کی ہے لیکن وہ اس طرف آئے ہیں نہیں یعنی اس 90 فیصد تقید کو انہوں نے 9/10 فیصد کما کر وہ 9 فیصد بتاتا ہے یا 10 فیصد بتاتا ہے اور اتنا نہیں بتایا کہ وہ کتنے ارب بنتا ہے اور اس کے بعد وہ واٹر سپلائی پر چلے گئے اور جب ہم واٹر سپلائی کی بات کرتے ہیں تو پھر یہ سڑکوں پر چلے جاتے ہیں اور جب ہم اس طرف آتے ہیں تو پھر یہ کسی اور طرف نکل جاتے ہیں اور پھر جب ہر طرف سے ان کو گھیرتے ہیں تو پھر یہ کہتے ہیں کہ پہلے بھی ایسے ہی ہوتا رہا ہے لہذا ہم بھی اب ایسے ہی کرتے جا رہے ہیں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ جب facts & figures کے ساتھ ہم نے ایک ایک بات کی نشاندہی کی ہے کہ آپ نے یہاں یہاں پر اسراف کیا ہے تو یہ اس کو justify کرتے ہیں کہ آپ جسے اسراف کہہ رہے ہیں اس کی تو ضرورت تھی۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ غلط خرچ ہوا ہے تو اگر خرچ نہ کرتے تو اس کا اتنا فقصان ہوتا تو اس طرف وہ بالکل نہیں آئے۔ آج زراعت پر بات ہے تو میں اپنے آپ کو facts & figures کے ساتھ زراعت تک حدود رکھتا ہوں تو میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ figures کے ساتھ مجھے ایگر یکچھ پر جواب دیں اور میں چاہوں گا کہ وزیر خزانہ ان figures کا جواب دیں۔ وہ ایگر یکچھ منسٹر پرنے ڈال دیں کیونکہ انہیں تو کسی چیز کا بھی پیتا نہیں وہ اسی زمرے میں بات کریں جس زمرے میں ہم بات کر رہے ہیں یعنی یہ اس طرف آتے نہیں اور پھر کسی اور طرف ہی جان چھڑا کر بھاگے پھرتے ہیں اور یہ پھر وہی بات ہے کہ:

پرواز تو دونوں کی ہے ایک ہی جہاں میں
شاہیں کا (یعنی اپوزیشن کا) جہاں اور کرگس کا جہاں اور

لیکن بات یہ ہے کہ جماں شاہیں کا اور ہے اور [**] کا اور ہے۔
 (اس مرحلہ پر حکومتی بخیز سے ڈاکٹر سامیہ امجد اور میاں محمد لطیف پنوار راجپوت
 نے کماکہ شاہیں کا فیصلہ کریں کہ کون ہیں)

جناب پیکر! یہ فیصلہ عوام کریں گے کہ شاہیں کا جماں اور [**] کا جماں کس کس سے منسوب ہے۔
 ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب پیکر! پواہنٹ آف آرڈر۔ میں ایک بہت ہی اہم نکتے کی وضاحت چاہتی
 ہوں۔

جناب پیکر: جی، فرمائیے!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب پیکر! [**] کا لفظ ہم لوگ [**] کے لئے استعمال کرتے ہیں جو
 مردے کا گوشت کھاتے ہیں۔ انہوں نے بات تو کر لی جیسے ان کی عادت ہے لیکن یہ کارروائی سے
 حذف کریں۔۔۔

جناب پیکر: محترمہ تشریف رکھیں! یہ تو پنجاب کی عوام فیصلہ کریں گے۔۔۔
 ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب پیکر! نہیں۔ ان کا اشارہ اس طرف ہے۔ نہیں جناب! پلیز یہ حذف
 کریں۔ میری درخواست ہے۔

جناب پیکر: محترمہ! انہوں نے شعر پڑھا ہے۔ شعر پڑھنے میں کیا حرج کیا ہے؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب پیکر! میرا پواہنٹ برائلی authentic ہے۔

جناب پیکر: رانا صاحب! شروع کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحبت: جناب پیکر! اس لفظ کو حذف کیا جائے۔

جناب پیکر: اگر آپ کو یہ لفظ اچھا نہیں لگا تو میں اسے کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ جی،
 رانا صاحب! آپ اپنی بات شروع کریں۔

رانا شاء اللہ خان: جناب پیکر! اب میں چاہوں گا کہ سالانہ بجٹ 2006-07 estimate ہے تو
 میرا خیال ہے کہ اگر یکچھ منظر کے پاس book نہیں ہے۔

جناب پیکر: رانا صاحب! وہ سن رہے ہیں۔

* بجم جناب پیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

رانا شناہ اللہ خان: میر اخیال ہے کہ ان کے پاس book نہیں ہے۔ ان کا ایک تو یہ مسئلہ ہے کہ یہ کسی کتاب کو ہاتھ ہی نہیں لگاتے یعنی بحث پر بحث کرنے کے لئے یہ ایسے ہاتھ لٹکاتے ہوئے آ جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! اب میں اس book سے ---

وزیر زراعت: پاؤ ایڈ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر زراعت: جناب سپیکر! میں دو دون سے رانا صاحب کو سن رہا ہوں اور رانا صاحب مجھے جانتے ہیں اور میں انہیں جانتا ہوں۔ یہ جو کہنا چاہتے ہیں وہ بسم اللہ کریں۔ پھر اس کے بعد جواب کے لئے تیار ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ up wind کریں پھر منستر صاحب ان بالتوں کا جواب دیں گے۔

رانا شناہ اللہ خان: جناب سپیکر! میں book سے کچھ figures quote کرنا چاہتا ہوں تو ان کے حصے کا بستہ کہاں چلا گیا ہے؟

(اس مرحلہ پر وزیر زراعت جناب ارشاد عودھی کے سامنے book رکھی گئی)

جناب سپیکر: رانا صاحب! وہ provide کر دی گئی ہے۔

رانا شناہ اللہ خان: جناب سپیکر! ان کے پاس ہے نہیں تو یہ خود لے کے آیا کریں۔ دیکھیں کہ جس منستر کی cut motion پر بحث ہو رہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! وہ بڑے پار لیمنیٹریں ہیں اور انہیں figures باñی یاد ہیں۔

رانا شناہ اللہ خان: جناب سپیکر! ایگر یکچھ منستر نوٹ فرمائیں اور وزیر خزانہ صاحب بھی نوٹ فرمائیں کہ 06-2005 میں انہوں نے ایگر یکچھ کر کی current non development side expenditure کرتے ہیں، جسے ہم غیر ترقیاتی اخراجات کہتے ہیں۔ اس میں انہوں نے 2-ارب 11 کروڑ 77 لاکھ 68 ہزار روپے رکھا تھا اور اب revise کر کے انہوں نے 2-ارب 44 کروڑ 68 لاکھ 47 ہزار روپے خرچ کیا اور اس طرح سے انہوں نے غیر ترقیاتی مدد میں ایگر یکچھ میں 34 کروڑ 80 لاکھ 79 ہزار روپے زیادہ خرچ کئے یعنی کل میرے بھائی وارث کلو، محترمہ ظل ہما اور شیخ علاؤ الدین صاحب کو confusion کا figures ہو رہا تھا اور ان کا کہنا تھا کہ ہم نے توہر جگہ پر

پیسے زیادہ خرچ کئے ہیں۔ اب انہیں ڈولیپمنٹ سائیڈ اور نان ڈولیپمنٹ سائیڈ کا نفیوژن ہو جاتا ہے۔ اگر یکچھ پرانوں نے پیسے زیادہ خرچ کئے ہیں اس میں کوئی بہت نہیں ہے لیکن یہ انہوں نے نان ڈولیپمنٹ سائیڈ پر خرچ کئے ہیں۔ current expenditure پر انہوں نے 34 کروڑ 80 لاکھ 79 ہزار روپے زیادہ خرچ کیا ہے۔ اب اگر میں سپلینٹری book کو ہاتھ لگاؤں گا جیسے کل تھاتوں 34 کروڑ میں سے 22 کروڑ روپے، دس کروڑ روپے کی ایک رقم ہے اور 11 کروڑ روپے کی ایک الگ رقم ہے جو کہ صرف اور صرف POL charges ہے۔ ڈیڑھ کروڑ روپے کی انہوں نے کوئی اشتاری ممکن چلائی ہے یعنی اس طرح سے انہوں نے نان ڈولیپمنٹ سائیڈ پر، غیر ترقیاتی سائیڈ پر 34 کروڑ 80 لاکھ 79 ہزار روپے زیادہ خرچ کئے ہیں۔ اب آجائیں ڈولیپمنٹ سائیڈ پر جماں پر ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ کی ترجیحات درست نہیں ہیں۔ آپ اس صوبے کو آگے نہیں لے کر جا رہے بلکہ پیچھے لے کر جا رہے ہیں۔ ڈولیپمنٹ سائیڈ پر انہوں نے 06-05 میں اگر یکچھ ڈولیپمنٹ پر 787.00 ملین روپیہ خرچ کیا ہے یعنی پہلے انہوں نے اگر یکچھ ڈولیپمنٹ کی مد میں 925.346 ملین روپیہ رکھا تھا اور improvement and research پر انہوں نے 432.183 ملین روپیہ، یہ ٹوٹ بنتا تھا 1357.429 ملین روپیہ یعنی انہوں نے ڈولیپمنٹ سائیڈ پر ایک ارب 35 کروڑ 75 لاکھ 29 ہزار روپے رکھے تھے اور انہوں نے جو خرچ کئے وہ ہیں 97 کروڑ 31 لاکھ 58 ہزار روپے meaning thereby کہ اگر یکچھ کی ڈولیپمنٹ سائیڈ پر 38 کروڑ 13 لاکھ 71 ہزار روپے انہوں نے کم خرچ کئے ہیں۔ یہ وہ ہیں کہ اگر یہ اگر یکچھ منستر صاحب بھی دیکھ لیں کہ آپ نے اگر یکچھ سائیڈ پر 38 کروڑ 13 لاکھ 71 ہزار روپے کم خرچ کئے اور غیر ترقیاتی مد میں 34 کروڑ روپے زیادہ خرچ کئے۔ مجھے اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جو حکومت ترقیاتی سائیڈ پر خرچہ کم کرے، اس میں کٹوتی کرے اور غیر ترقیاتی مد میں خرچہ زیادہ کرے تو اس کا سفر فخر سے بلند ہونا چاہئے یا اس کا []۔ اب اگر ایک عام آدمی ---

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا شناہ اللہ خان: جناب سپیکر! یہ bad performance ہے یہ bad governance ہے کہ آپ نے ترقیاتی مد میں تو خرچہ کم کیا اور غیر ترقیاتی مد میں خرچہ زیادہ کیا جبکہ یہ وہ سیکھ رہے جس سیکھ

سے 70 فیصد لوگ منسلک ہیں۔ آپ خود کہتے ہیں اور آپ کی اپنی figure ہے کہ 70 فیصد لوگوں کی روزی روٹی اس فیلڈ سے منسلک ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس کے ایک اور پہلو کی طرف چاہوں گا کہ ایگر یکچھ ایک ایسا پیشہ ہے کہ وہ ہر طرح سے اس ملک کو benefit کرتا ہے یعنی کسان جو فصلیں اگاتا ہے وہ آپ کو میں الاقوامی قیمت سے کم میں دیتا ہے آج بھی جو agriculture production پاکستان میں ہے ان کی پاکستان میں جو قیمتیں ہیں وہ میں الاقوامی قیمتیوں سے کمیں کم ہیں وہ عائدہ benefits ہے لیکن میں یہاں پر یہ ثابت کروں گا کہ آپ کسان کی جیب سے جتنے پیسے نکالتے ہیں ان پیسوں کو بھی آپ کسان پر خرچ نہیں کرتے۔ یعنی اگر آپ کسان کی جیب سے سورجیہ برداشت نکالیں یعنی ایگر یکچھ کے benefits کو آپ چھوڑیں آپ اس کی جیب سے سوروپے نکالتے ہیں اور اس کے عوض سوروپے بھی خرچ نہیں کرتے بلکہ آپ اس کا نواز دسوال حصہ خرچ کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں توجہ چاہوں گا اس معزز ایوان میں بیٹھے تمام ممبران کی اور فناں منسٹر صاحب کی اور اگر ایگر یکچھ منسٹر کے پاس توجہ ہے تو ان کی بھی چاہوں گا کہ یہ صفحہ نمبر 2 پر ہے یعنی یہ Provincial Consolidated Fund estimate of the proceeds اس میں 186۔ ارب 70 کروڑ 72 لاکھ 81 ہزار روپے تو فیدریشن سے آنے ہیں۔ یہ پیسے وہ ہیں جو انہوں نے estimate کیا ہے کہ ہمیں وفاق سے ملیں گے اس کے علاوہ اور کوئی وفاق سے حصہ ملے گا اس طرح سے تقریباً گوئی 200۔ ارب روپے کے لگ بھگ فیڈریشن کو وفاق سے ملیں گے اور 72۔ ارب 67 کروڑ 89 لاکھ 39 ہزار روپیہ صوبے نے محترم لودھی صاحب نے اپنے sources سے اکٹھا کرنا ہے یعنی 72۔ ارب روپے آپ کے اپنے sources میں سے 30۔ ارب 34 کروڑ 31 لاکھ 17 ہزار روپے آپ کا لیکس ریونیو ہے اور 42۔ ارب 33 کروڑ 58 لاکھ 22 ہزار روپے آپ کا non tax revenue ہے یعنی یہ کوئی 72۔ ارب کے قریب جو پیسا ہے یہ آپ نے اپنے sources سے لینا ہے۔ اب آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کے sources کماں کماں سے آ رہے ہیں۔ کتاب میں درج ہے یہ پڑھ لیں یہ صفحہ نمبر 3 ہے اس میں 05-2004 میں زرعی انکم لیکس میں انہوں نے ایک ارب 31 کروڑ 20 ہزار روپے اکٹھے کئے ہیں۔ اب زرعی انکم لیکس جو ہے یہ سید حاسیدھا کسان اور زمیندار سے نہیں آتا۔ اس میں ان کا کسی قسم کا کوئی شیمر ہے؟ کوئی نہیں ہے۔ اس کے بعد land revenue میں انہوں نے پچھلے سال 3۔ ارب 67 کروڑ 45 لاکھ

71 ہزار اکٹھا کیا ہے۔ اس کے بعد اگر یکلچر فارم سے مختلف قسم کی چیزیں نج وغیرہ جو یہ تقسیم کرتے ہیں وہاں سے انہوں نے پچھلے سال ایک ارب 20 کروڑ 65 ہزار اور جو اگر یکلچر مشینزی تقسیم کی اس میں 47 ملین ہے۔ انہوں نے 06-2005 میں 6۔ ارب 5 کروڑ 45 لاکھ 47 ہزار روپے کسان کی جیب سے نکالا ہے اس میں، میں وہ بات شامل نہیں کر رہا ہوں کہ کھاد کے اوپر کسان کتنا سیلز ٹیکس ادا کرتا ہے وہ بھی اربوں میں ہے، کسان جو کھاد اپنی زمین میں ڈالتا ہے اس میں اربوں روپے کا سیلز ٹیکس دیتا ہے، 38 روپے کا جو ڈیزل خریدتا ہے اس میں بھی وہ ٹیکس دیتا ہے اور میں اس ٹیکس کو شامل نہیں کر رہا اور جو اس کے علاوہ مختلف مدت میں آخر 70 فیصد آبادی ہے 70 فیصد آبادی جو ہے ٹیکس میں بھی تو 70 فیصد دیتی ہے۔ یہ 200۔ ارب روپے جوان کو وفاق سے مانا ہے اور اس کے علاوہ وفاق نے 700/600۔ ارب روپے اپنے اوپر خرچ کرنا ہے اس میں بھی 70 فیصد آبادی کا حصہ ہے لیکن میں اس سارے کو چھوڑتا ہوں، میں سیلز ٹیکس جو وہ کھاد میں بھی دیتا ہے میں اس کو بھی چھوڑتا ہوں، ڈیزل پر جو وہ ٹیکس دیتا ہے میں اس کو بھی چھوڑتا ہوں یہ 6۔ ارب 5 کروڑ 45 لاکھ 47 ہزار روپے ان کی جیب سے نکالا ہے اور پچھلے سال کتنا خرچ کیا ہے 97 کروڑ 31 لاکھ 58 ہزار روپے یعنی 5۔ ارب 18 کروڑ 13 لاکھ 89 ہزار روپے کا ڈاکا ڈالا ہے انہوں نے پچھلے سال کسان کی جیب پر 5۔ ارب روپیہ ہے جس میں سے ایک ارب 71 کروڑ روپے کے انہوں نے لئے تلے خرچ کئے۔ وہ جو بانٹتے رہے جدھر گئے دولاکھ، چار لاکھ، پانچ لاکھ، چھ لاکھ وہ کروڑوں روپے کی گاڑیاں، وہ کروڑوں روپے کی اشتہاری مم، وہ کروڑوں روپے کے ڈرامے یہ سارا کچھ اس کسان کا ہے۔ یعنی وہاں سے انہوں نے 5۔ ارب 18 کروڑ روپے save کیا، جو براہ راست پیسے انہوں نے کسان کی جیب سے نکالے ہیں یہ انہوں نے ان پر کیوں نہیں خرچ کئے؟ یہ اس کا مجھے جواب دیں۔ اگر اس میں سے کوئی figure میں غلط پڑھ رہا ہوں یہ کتاب میرے پاس بھی ہے اور ان کے پاس بھی یہ اسی وقت نشاندہی کریں کہ یہ غلط ہے۔ اب آپ اس سال کا بجٹ لے لیں اس سال اگر یکلچر انکم ٹیکس 1493 ملین روپے ہے، لینڈ ریونیو 4046 ملین روپے ہے، اگر یکلچر فارم otherwise miscellaneous میں آتا ہے اس میں بہت ساری چیزیں ہیں وہ ایک ہزار ایک سو ایک ملین روپے ہے، جو اگر یکلچر مشینزی انہوں نے 3917 ملین روپے کی اس سال ان کا جو estimate ہے وہ یہ ہے کہ یہ 10۔ ارب 55 کروڑ 87 لاکھ 41 ہزار روپے یہ کسان کی جیب سے اڑائیں گے۔ یعنی کسان کی جیب سے اس میں کوئی اور چیز دوسرا نہیں ہے اس میں لینڈ ریونیو ہے، اس میں

زرعی انکم ٹیکس ہے اور زرعی فارم پر جو انکم ہوتی ہے وہ ہے اور جوانوں نے وہاں سے کوئی مشیزی وغیرہ سیل کرنی ہے۔ اب یہاں سے 10۔ ارب 55 کروڑ 41 لاکھ ہزار روپے کسان کی جیب سے اڑا رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کا سر فخر سے تب بلند ہو تا جب یہ کہتے کہ ہم باقی گزارہ کسی sources سے کر لیں گے اور یہ 10۔ ارب روپیہ لودھی صاحب آپ کسانوں پر خرچ کر دیتے۔ جتنے پیسے آپ نے اس کی جیب سے نکالے ہیں اتنے ہی اس کی جیب میں ڈال دیتے لیکن آپ 10۔ ارب نکال رہے ہیں اور خرچ کیا کر رہے ہیں ایک ارب دس کروڑ روپے، بڑے فخر کے ساتھ انہوں نے اپنی تقریر میں ذکر کیا کہ ہم اس سال کسان اور زراعت کی ترقی پر ایک ارب دس کروڑ روپے خرچ کرنے کا رادہ رکھتے ہیں اور 9۔ ارب 45 کروڑ 41 لاکھ ہزار روپے اس کی جیب سے یعنی یہ جیب تراشی ہے یعنی کسان کی جیب سے نکالنا یہ جیب تراشی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ جرم ہے اور اس جرم پر ان کا سر فخر سے بلند ہے۔ ہمارا سر تو اس میں، میں سمجھتا ہوں کہ فخر سے بلند نہیں ہو سکتا۔ ہم تو اس پر تقید اس لئے کر رہے ہیں کہ آپ کسان کی جیب سے جو پیسا نکال رہے ہیں یہ تمام ٹیکس ہیں وہ کسان آپ کو 10۔ ارب روپے کے ٹیکسز دے رہا ہے اور آپ اس کو کیا لوٹا رہے ہیں صرف ایک ارب روپیہ، پھر اس کے بعد آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کا سر فخر سے بلند ہے تو یہ ان کسانوں کی بات ہے جن کسانوں کے پاس ڈیزیل کے لئے پیسے ہیں نہ ان کے پاس بجلی کا کنکشن حاصل کرنے کے لئے پیسے ہیں، ان کسانوں کے پاؤں میں جو قیمت نہیں ہے، ان کے تن پر پورے کپڑے نہیں ہیں، خنک نوالہ ان کے منہ میں ہے یعنی وہ پانی کے گھونٹ سے خنک نوالہ اپنے حلقت سے اندر اتارنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ پنجاب کے جو [****] جناب سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا شنا، اللہ خان: یعنی کسان کی جیب سے جو پیسا نکالتے ہیں، اس سے جو ٹیکس recover کرتے ہیں اس پر بھی یہ اس کا حق نہیں سمجھتے، یہ بھی اس کو نہیں دینا چاہتے جبکہ باقی تمام ٹیکس میں، میں نے سیلز ٹیکس کا ذکر کیا اور زیر خزانہ صاحب نے پرسوں میری بات کے جواب میں کہا کہ نہیں جی کسانوں پر ہم اور بھی بہت بہت پیسے خرچ کرتے ہیں، ہم ان کو آبیانے میں پیسے دیتے ہیں، ہم آپاشی کے ذرائع پر پیسے خرچ کرتے ہیں۔ یہ جو آپاشی کا chapter ہے اس میں علیحدہ سے اربوں روپے کی

* جمل جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

اُنکم ہے جو یہ واٹر ریٹ لیتے ہیں، جس کو ہم آبیانہ کہتے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب از راعت پر ہی آپ بات کریں۔

رانا شناہ اللہ خان: میں ان کی بات کا جواب دے رہا ہوں کہ اگر یہ کہیں کہ ہم نے ٹیکس ایگر یلچر پاکستان کی جیب سے نکالا ہے لیکن ہم نے اور بھی تو کئی طرف خرچ کیا ہے۔ یہاں پر ان کی 72۔ ارب کی اُنکم میں 6۔ ارب روپے کی رقم کا اندر اج ہے، پھر یہ آبیانے، بیرا جزا اور دوسرا ڈیموں سے جو اُنکم ان کو ہوتی ہے وہ بھی تقریباً گولی سات، آٹھ ارب روپے کے قریب ہے۔ اس میں پھر وفاق ان کو water sources کے لئے جو share دیتا ہے وہ علیحدہ ہے۔ یعنی اس میں بھی اگر یہ کہیں کہ ہم کسان کو کوئی زیادہ دے رہے ہیں، یہ ایک پیسانیں دے رہے۔ یعنی حالت یہ ہے کہ کسان کی جیب سے جو یہ ٹیکس بر اہر اسٹ لے رہے ہیں تو اس کو بھی خرچ نہیں کر رہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کسان جس کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنی روح اور جسم کا رشتہ بڑی مشکل سے قائم کئے ہوئے ہے، جو اس ملک کے لئے گندم پیدا کرتا ہے، اس ملک کے لئے تمام کی تمام ایگر یلچر پر ڈیوس کرتا ہے اور پوری دنیا سے سستی ان کو دیتا ہے، اس سے یہ جتنا ٹیکس لیتے ہیں وہ ٹیکس بھی اس کی فلاح و بہبود پر خرچ نہیں کرتے۔ پھر اسی لئے میرا خیال ہے کہ علامہ اقبال نے ایسے ہی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا تھا کہ:-

جس کھیت سے دھقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر گوشہ گندم کو جلا دو

لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ اگر علامہ اقبال آج زندہ ہوتے تو وہ کھیت کو نہ جلاتے۔ وہ کہتے کہ:

[*****]

[*****]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا شناہ اللہ خان: جناب سپیکر! یہ شعر ہے۔ اب اس کھیت کے خوش گندم کو جلانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: یہ تو میں نے حذف کر دیا ہے۔ اب آپ آگے چلیں۔ آپ wind up کریں۔

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کا رروائی سے حذف کئے گئے۔

رانا ثناء اللہ خان: اب ضرورت اس بات کی ہے کہ:

[*****
*****]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں نے کارروائی سے حذف کر دیئے ہوئے ہیں۔ جناب احسان الحق احسن نواز صاحب!

جناب احسان الحق احسن نواز صاحب! جناب سپیکر!

دھقاں ہے کسی قبر کا اگلا ہوا مردہ
بوسیدہ کفن جس کا ابھی زیر زمین ہے

جناب سپیکر! ازراعت کے لئے سب سے زیادہ افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ ہمارا ملک 80 percent agro based economy پر انحصار کرتا ہے۔ اس کے لئے جو سولیات ہیں، جس طرح رانا ثناء اللہ صاحب نے کہا ہے کہ ان سب کا تعلق ان کے اپنے ٹکنے کو چلانے کے سوا کسی سببڈی یا براہ راست کسانوں کی سولوت کے لئے جو پیاسا گلنا ہو اس کے اندر بہت ہی چھوٹی سی amount کھی جاتی ہے اور ان کو کوئی سولوت نہیں دی جاتی۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے زرعی مارکیٹنگ پر بات کروں گا کہ اس سے زیادہ اور کیا خلیم ہو سکتا ہے کہ جماں پر producer اور اس پر بزنس کرنے والا بزنس میں ان کے منافع کا جو تفاوت ہے وہ انتہادر بے کاظملانہ ہے کہ وہ آدمی جو انوسمٹ کر کے، اخراجات کر کے، لیبر کر کے، یہ تینوں چیزیں صرف کرنے کے بعد 12/- سے 20 روپے کلو مختلف علاقوں کے اندر دودھ فروخت کرتا ہے اور جو آدمی اس پر بزنس کرتا ہے وہ اسی دودھ کو 45/- سے 50 روپے کے اندر یہاں پر مارکیٹ میں فروخت کرتا ہے۔ سیب کی قیمت، سیب پیدا کرنے والے باغات کے مالک کاشتکار کو 5 روپے فی کلو کبھی نہیں ملتے اور زیادہ سے زیادہ اگر ہو تو 4/- یا 5 روپے کے درمیان ملتے ہیں لیکن اسی سیب پر جب بزنس کرنے والا اس کو حاصل کر کے شروع کے اندر فروخت کرتا ہے تو وہ 70/- یا 80 روپے سے لے کر 100 روپے فی کلو سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے۔ گناہ 50/- 60 روپے فی من کے حساب سے اس producer کو ملتا ہے جس نے زمین پر investment

* بجم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

کی ہوئی ہے، جس نے یہ بھی کی ہوئی ہے، اس پر باقی investment بھی کی ہوئی ہے لیکن اس پر بزنس کرنے والا فی گلوجینی-40 روپے فروخت کرتا ہے۔ جب پیدا کرنے والے اور اس پر بزنس کرنے والے کے کاروباری نفع کے اندر اتنا زیادہ فرق ہوا اور ہم یہ تصور کریں کہ وہ 80 فیصد کاشٹکار اس سے کوئی فائدہ حاصل کر لے گا تو یہ ایک دیوانے کے خواب کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! زندہ قومیں بڑے بڑے پر اجیکٹس کی بات کرتی ہیں لیکن اگر کسی وجہ سے وہ بڑے پر اجیکٹس کا میاب نہ ہو سکیں تو وہ بیٹھ نہیں جایا کر سکتیں، زندہ قومیں ان پر نئے پر اجیکٹس لے کر آتی ہیں۔ اگر کالا باغ ڈیم پر کوئی consensus نہ ہو سکتا تو میں بتاتا ہوں کہ اس کا تبادل کیا تھا۔ بھکر سے لے کر کشمور تک دریائے سندھ کا جو western bank ہے اس سلسلہ کوہ کے اندر hill torrents 15 ہائی ہیں جہاں پر چھوٹے چھوٹے ڈیم صوبہ بلوچستان اور صوبہ پنجاب کے علاقوں میں بن سکتے ہیں جن پر لاگت کالا باغ ڈیم سے کم آتی ہے اور ان کے ذریعے پانی کو کنٹرول کرنے کی جو quantity ہے وہ کالا باغ ڈیم سے چھیساست گنازیاہ ہے۔ زندہ قومیں بڑے کام کرنے کے لئے رکاوٹوں کی صورت میں نئی راہیں تلاش کرتی ہیں۔ اگر ان hill torrents کو جو پندرہ کی تعداد میں ہیں اچھے طریقے سے manage کیا جاتا تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ان ڈیموں کے ذریعے سے جو پانی کنٹرول کیا جاتا ہو پرے سندھ کو کچھی کینال کے ذریعہ بلوچستان کو اور تونس بیراج کے ذریعہ ان hill torrents میں پانی کنٹرول کر کے اگر وہاں دیا جاتا تو وہ ضلع مظفر گڑھ، راجن پور، ڈی جی، خان، بساوپور اور حیم یار خان کے علاقوں کو یہ چھوٹے چھوٹے پندرہ ڈیم بڑے اچھے انداز سے کنٹرول کر سکتے تھے۔ میں اس کا حالہ اس لئے دے رہا ہوں کہ پاکستان کی ایگر یکلچر کے اندر سماٹھ فیصد پانی کی ضروریات ڈیزیل اور بجلی سے حاصل کی جاتی ہیں جو ہم برآمد کرتے ہیں اور 40 فیصد پانی کی ضروریات ہم قدرتی پانی سے حاصل کرتے ہیں۔ اب یہاں بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے پاس پانی کے جو وسائل موجود ہیں اگر ان کی management بالکل ٹھیک کی جائے تو شاید ہمیں ڈیزیل کے ایک قطرے کی بھی زرعی پانی کو حاصل کرنے کے لئے ضرورت باقی نہیں رہتی۔ معاملہ صرف پانی کو بہتر انداز میں کنٹرول اور manage کرنے کا ہے لیکن بات یہاں وہی ہے کہ اگر ہمارے دل کے اندر وہ ترپ موجود ہو جو ملک کو ترقی کی طرف لے جانا چاہتی ہو، جو برآمدات کو، جو چاہے ڈیزیل کی ٹیکل میں ہوں یا کسی بھی صورت میں ہوں ان کو ختم کرنے کے راستے تلاش کرتی ہے۔ ندی جب بھتی ہے تو وہ آنے والے پھر وہ سر کو نکرا کر اپنے آپ کو زخمی

نہیں کیا کرتی۔ ندی راستے تلاش کر کے ان راستوں پر چلتی ہے جن کے ذریعے سے ترقی کی طرف جایا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ قابل افسوس بات نہیں ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے ۔۔۔

رانا شناہ اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا شناہ اللہ خان پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا شناہ اللہ خان: جناب سپیکر! فنسٹر صاحب اور ایگر یکچھ منسٹر صاحب میں جھگڑا پڑا ہوا ہے کہ جواب کون دے گا؟

وزیر خزانہ: نہیں جناب! ایسی کوئی بات نہیں۔ ہم جواب دیں گے۔

جناب سپیکر: وہ بڑے غور سے سن رہے ہیں اور بڑی تیاری کر کے آئے ہوئے ہیں۔

رانا شناہ اللہ خان: لیکن یہ ایگر یکچھ منسٹر نے oppose کیا ہے اور ہم نے جواب انہی سے لینا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وہی جواب دیں گے۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! میں جواب دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، جناب احسان الحق احسن نوازا!

جناب احسان الحق احسن نوازا: جناب سپیکر! کیا یہ قابل افسوس بات نہیں ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے زرعی کالج فیصل آباد کے گرجوائیں جب انڈیا گئے تو انہوں نے وہاں زرعی یونیورسٹی بنائی تو وہ یونیورسٹی جو پاکستان کے زرعی ادارے سے 30 سال بعد بنی ہے، آج پاکستان کے اندر ہم ان کے تیار شدہ تحقیقات و ریسرچ سے پیدا ہونے والے بیجوں کو استعمال کرتے ہیں اور ہماری زرعی یونیورسٹی کے اندر راس طرح سے پورے ملک کے اندر بہتر پیداوار دینے والے زمین کے مقابلے میں ہم پیدا نہیں کر سکے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ جب آپ اپنے اداروں کو چلانے کے لئے 80 فیصد بجٹ استعمال کریں گے اور ریسرچ کے لئے دیگر ڈیپارٹمنٹس کو نکال کر صرف پانچ یا تین فیصد بجٹ کو استعمال کر کے زرعی بیجوں کی ریسرچ کے لئے ہم کام کرتے ہیں۔ آج جتنے بھی ہمارے پاس زرعی آلات استعمال ہوتے ہیں وہ انڈیا کے اندر ریسرچ کی شکل میں جو سامنے آئے ہیں ہم انھیں استعمال کرتے ہیں۔ زراعت جو کہ 80 فیصد ملک کی agro-based economy ہے اس کو تباہ کرنے کا کارنامہ ہماری اسی حکومت نے انجام دیا ہے، اس کا مکمل credit ہماری اسی

حکومت کو جاتا ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ راجہ محمد شفقت خان عباسی!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈ وو کیٹ): بہت بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ایک وہ زمانہ تھا جب پورے پاکستان کی میں معیشت پنجاب سے والبستہ تھی۔ ہم پورے پاکستان کو feed کیا کرتے تھے۔ گندم، چاول اور باقی زرعی اجنب میں پنجاب نمبر 1 ہوا کرتا تھا۔ آج حالت یہ ہے کہ ہم دالیں، گوشت اور سبزیاں اپنے پڑوں کی ملک انڈیا سے منگوار ہے ہیں، پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ جی ہمارا صوبہ زراعت میں بہت ترقی کر رہا ہے اور اس شعبے کے لئے ضمنی گرانٹ میں مزید پیے ماںگ رہے ہیں۔

جناب سپیکر! پوری حکومت، اپوزیشن اور عوام ایک نکتہ پر اکٹھے ہیں کہ منگانی کا جن بوتل سے باہر آگیا ہے۔ نیشنل سکیورٹی کو نسل کی میٹنگ ہوتی ہے تو وہاں بھی منگانی پر اپنے concern کا اظہار کیا جاتا ہے، اسمبلیوں کے اندر بھی منگانی کا رونارو یا جاتا ہے، وفاقی کابینہ نے بھی اس پر اپنے concern کا اظہار کیا ہے اور جرzel صاحب بھی کئی مرتبہ کہہ چکے ہیں کہ ملک میں منگانی بہت زیادہ ہے۔ اب اس منگانی کے جن کو یہ کس طرح کنٹرول کر رہے ہیں؟ یہ کہتے ہیں کہ جی ہم ہر تحصیل کی سطح پر یو ٹیلیٹی سٹور زبانیں گے جس سے منگانی کم ہو جائے گی۔ جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ جی ہم ہر ضلع کی سطح پر محض یہ تعینات کریں گے۔ کیا مجرم یہیں کی تعیناتی سے یہ منگانی کا جن قابو میں آجائے گا؟ کبھی بھی نہیں جب تک ہم اپنے صوبے میں زراعت کو ترقی نہیں دیں گے اس وقت تک یہ منگانی ختم نہیں ہو سکتی۔ ہمارے ہمارے ملک بھارت میں جو صوبہ پنجاب ہے وہاں زراعت نے کتنی ترقی کی ہے۔ آپ نے تو وہاں کا دورہ بھی کیا ہے، آپ بہتر جانتے ہیں کہ وہاں زراعت کتنی ترقی کر چکی ہے لیکن ہم زراعت میں ترقی کی بجائے نیچے کی طرف جا رہے ہیں۔ جس طرح لوڈ ہمی صاحب کی محنت اور کاؤش سے ہماری فٹ بال کی قومی ٹیم الحمد للہ 158 نمبر پر آگئی ہے، پہلے شاید 165 نمبر پر تھی۔ جس طرح انہوں نے وہاں ترقی کی ہے اللہ کرے کہ ان کی قیادت میں ہمارے صوبے کی زراعت بھی ترقی کرے۔ یہاں فصلوں کی انشورنس کے حوالے سے بھی بات کی گئی ہے۔ کما گیا ہے کہ پنجاب حکومت کاشتکاروں کی امداد کے لئے فصلوں کی انشورنس کا پروگرام طے کر رہی ہے۔ میں لوڈ ہمی صاحب سے پوچھنا چاہوں گا کہ وہ اس بارے میں ہمیں بتائیں کہ اب تک کیا عملی اقدامات کئے گئے ہیں؟

جناب والا! میں اپنے حلقے کی بات بھی کروں گا۔ ایک زمانہ تھا کہ تحریک میری سے پورے ملک میں سیب جایا کرتے تھے لیکن اب وہاں زراعت نام کی کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی۔ پہلے وہاں سیب اور دوسرا فروٹ پیدا ہوا کرتے تھے لیکن اب تو اس حوالے سے قائم ہونے والے سب دفاتر کھی بند ہو گئے ہیں۔ وہاں تواب یہ حالت ہے کہ میں جس کے بارے میں انا اللہ و انا علیہ راجعون کہوں گا۔

جناب سپیکر: عباسی صاحب! پلیز wind up کر لیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈو وکیٹ): جناب سپیکر! اسی طرح چینی کا بحران پیدا ہوا۔ بہت سے لوگوں کے نام آئے اور وہ اتنے بااثر لوگ تھے کہ نیب نے بھی چینی سکینڈل میں ملوث لوگوں سے متعلق کارروائی نہ کی۔

جناب سپیکر: عباسی صاحب! آپ صرف زراعت تک محدود رہیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈو وکیٹ): جناب سپیکر! چینی کا زراعت سے تعلق ہے اور زراعت کا پنجاب سے تعلق ہے۔ پنجاب میں بااثر لوگ، شوگر ملزکے ماکان اس مسئلے میں ملوث ہیں۔

جناب سپیکر: آپ صرف کٹوتی کی تحریک تک محدود رہیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈو وکیٹ): جناب سپیکر! میں کہتا یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے صوبے میں زراعت کو ترقی دی جائے۔ ضمنی بجٹ میں دس جگہ پر یہ کہا گیا ہے کہ financial assistance ہے۔ سات جگہوں پر پڑول فرنچیز اور اشتہارات کے لئے رقم خرچ کی گئی ہے۔ ان چیزوں سے زراعت میں ترقی نہیں ہوگی۔ اگر زراعت میں ترقی ہوگی تو منگانی کم ہوگی، زراعت میں ترقی ہوگی تو پھر چینی کے سکینڈل نہیں ہیں گے اور جب سکینڈل نہیں ہیں گے تو معاملات نیب کے پاس نہیں جائیں گے۔ بااثر لوگوں کے ملوث ہونے کی وجہ سے چینی کے سکینڈل سے نیب بھی بھاگ گئی ہے۔ ہمارے صوبے میں 80 فیصد لوگ زراعت سے وابستہ ہیں چنانچہ اس پر زیادہ توجہ دی جائے۔ میں لودھی صاحب سے مذکور کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ ایک آدھ مزید وزیر کو شامل کیا جائے تاکہ ہماری زراعت ترقی کر سکے۔ بہت مہربانی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اب میں وزیر زراعت، لودھی صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ سب دوستوں نے زراعت سے متعلق بڑی اچھی باتیں کی ہیں لیکن رانا صاحب خصوصی طور پر شفقت کرتے ہیں اور وہ & facts figures پر زیادہ جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح ان کا political vision overall ہے انھیں کبھی بات کرنی چاہئے کہ ہماری حکومت کے کون سے ابھی ابھی اقدامات ہیں اور خصوصی طور پر زراعت میں ہم نے کیا کیا تھے events admit کرتا ہوں کہ وہ کتنا میں کپڑ کر پڑتے رہتے ہیں لیکن کبھی کبھی کھجور حلقہ پر بھی آجانا چاہئے، یہ اچھی بات ہوتی ہے۔

جناب سپیکر! رانا صاحب نے کہا ہے کہ ہم نے غیر ترقیاتی مد میں زیادہ خرچ کیا ہے جبکہ ترقیاتی مد میں کم خرچ کیا ہے۔ کٹوئی کی طریقہ پر بات کرتے ہوئے specific کہ ہی بات کرنی چاہئے۔ پہلے انھوں نے زرعی ادویات کے حوالے سے بات کی، پھر کسانوں کو facilitate کرنے کی بابت بات کی ہے۔

جناب سپیکر! میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے صرف اور صرف 43 کروڑ روپے کی اضافی رقم خرچ کی ہے۔ بات تو اس حوالے سے ہونی چاہئے تھی کہ آپ نے 43 کروڑ روپے بجٹ سے اضافی کیسے خرچ کیا ہے؟ ان اضافی اخراجات سے ہم سیر نہیں کرواتے رہے بلکہ ہم نے یہ ساری رقم development کے لئے خرچ کی ہے۔ رانا صاحب کو بخوبی علم ہو گا کہ ہمارے محلہ میں فیلڈ کا شعبہ کتنا ہم ہے۔ ابھی تک پنجاب میں 39/40 لاکھ ایکڑ رقبہ uneven اجڑ اور بیان پڑا ہے جسے ہم قابل کاشت بنانا چاہتے ہیں۔ ہمارے جو بلڈوزر ہیں وہ 1987-88 کی خرید ہیں جو آج تک کام کر رہے ہیں۔ رانا صاحب! ہم نے ان 43 کروڑ میں سے 27/28 کروڑ روپیہ ان بلڈوزر ز کی مرمت اور ان کے POL کے لئے خرچ کیا ہے۔ اس سے output کیا ہوئی؟ ہم نے اس سے 30 ہزار ایکڑ رقبہ ہوا رکیا۔ میں تو سالانہ بجٹ پر بھی بات کرنا چاہتا تھا لیکن ہمارے دوست ناراض ہو کر باہر چلے گئے تھے۔ میں بتانا چاہتا تھا کہ ہماری گورنمنٹ جس کو یہ تقدیم کا نشانہ بناتے ہیں پہلی دفعہ اسی کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ اس نے اس بجٹ میں 150 نئے بلڈوزر خریدنے کے لئے پیسے رکھے ہیں اور ہم اس سال پچاس بلڈوزر خرید رہے ہیں۔

جن سے 40 لاکھ ایکڑ رقبہ ہوا رکریں گے۔ رانا صاحب! کاش آپ فیصل آباد کی دیواروں سے نکل کر پنجاب کی ہوا بھی لیا کریں اور دوسرے اضلاع میں جا کر پہنچا کریں۔ رانا صاحب کو مجھ سے بات کرنے کا بڑا شوق ہے چونکہ ہم دوست ہیں۔ انھوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر یہ کچھ

ڈیپارٹمنٹ تو سویا ہوا ہو گا۔ لودھی صاحب سورپے ہوں گے۔ ان کو پتا ہونا چاہئے کہ ارشد لودھی وزیر اعلیٰ کی قیادت میں جاگ رہا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

وزیر زراعت: اور رانا صاحب جیسے دوستوں کو ٹھنڈی نیند سلا کر سوتا ہے۔ ہم ان غریبوں کو سلا کر سوتے ہیں۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم نے پنجاب میں 05-2004 اور آج تک ایک کروڑ 72 لاکھ ٹن گندم پیدا کی ہے۔ یہاں سے بات آئی تھی اور میں نے کھڑے ہو کر کہا تھا لیکن رانا صاحب نے کہا کہ آپ نے کیا کیا؟ یہ تو کسانوں نے کیا۔ ایک طرف آپ کہہ رہے ہیں کہ کسانوں نے کچھ نہیں کیا۔ اگر یکچھر ڈیپارٹمنٹ سورہا ہے۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ ایک کروڑ 72 لاکھ ٹن گندم کی پیداوار کہاں سے آئی؟ ہم نے اس کے لئے campaign چلائی۔ ہم کسانوں کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے گندم کاشت کی۔ رانا صاحب! میں بھی figures کی بات کر رہا ہوں کہ ملک کے لئے دو کروڑ دس لاکھ ٹن گندم کی ضرورت ہے جس میں سے ایک کروڑ 75 لاکھ ٹن پنجاب پیدا کر رہا ہے۔ وہ اگر یکچھر ڈیپارٹمنٹ اور کسانوں کی مدد سے پیدا کر رہا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر جناب وزیر اعلیٰ ایوان میں تشریف لائے

اور معزز اکیں حکومتی خپز نے ان کو خوش آمدید کہا)

جناب سپیکر: جی، وزیر زراعت!

وزیر زراعت: جناب سپیکر! میں بڑی دیر سے رانا صاحب کو غور سے دیکھ رہا تھا تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ خدا کرے کبھی constructuve بات بھی کر لیں۔ ہم اور آپ اکٹھے رہے ہیں اب بھی شاید آپ ہمارا حصہ بن جائیں۔ ہم نے جو 27 کروڑ روپیہ خرچ کیا اس سے کسانوں کا فائدہ ہوا ہے۔ میں رانا صاحب کی احلاع کے لئے یہ بھی گزارش کر دوں کہ جب ہم اپنی قیادت کی بات کرتے ہیں تو پھر ان کو تھوڑا سا بُرالگتا ہے لیکن میں یہ کروں گا اور اس لئے کروں گا کہ یہ کریڈٹ وزیر اعلیٰ پنجاب پروردہ رائے صاحب کو جاتا ہے۔۔۔ سو میری بات سنو۔ منے کی بات نہیں ہے۔ آپ نے جو کٹ موشنز دی ہیں technically facilitate کرنے کی بات کی گئی ہے تو کیا ہم نے leveling land کی نئی طیکنا لو جی لا کر ایک یکچھ سیکٹر کی پیداوار میں اضافہ کی کوشش نہیں کی ہے، وہ کریڈٹ کس کو جاتا ہے؟ وہ کریڈٹ موجودہ حکومت کو جاتا ہے، کریڈٹ صدر پاکستان کو جاتا ہے وہ کریڈٹ

وزیر اعظم کو جاتا ہے اور وہ کریڈٹ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب کو جاتا ہے اور اس اسمبلی کو جاتا ہے۔ ہم نے اپنے وعدے کے مطابق پانچ سو land levelers خرید کر کسانوں کو facilitates کرنے کے لئے دیئے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے کماکہ لودھی صاحب میں اپنی commitment پوری کرنا چاہتا ہوں اور آپ ہر یوں نین کو نسل میں ایک land levelers میا کریں۔ ہم نے اس کے لئے 3۔ ارب روپیہ رکھا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا صاحب آپ نے پانی کی کمی کی بات کی ہے۔ ہم نئی ٹینکنالوجی کے ذریعے پانی کی کمی کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ انشاء اللہ صدر پاکستان کے اعلان کے مطابق ڈیم بھی بنیں گے لیکن ہم فی الحال پانی کا ایک ایک قطرہ چانا چاہتے ہیں۔ جس انڈیا کی بات کر رہے ہیں وہ تو پچھیس سال پہلے اپنے کھیتوں کو ہوار کر چکا ہے۔۔۔

رانا شناہ اللہ خان: پوانٹ آف آرڈر۔

جناب پیکر: جی، رانا شناہ اللہ خان پوانٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا شناہ اللہ خان: جناب پیکر! کیا وزیر موصوف کٹ موشن پر بات کر رہے ہیں، کیا یہ کٹ موشن کا جواب دے رہے ہیں؟

جناب پیکر: جی، وہ کٹ موشن پر ہی بات کر رہے ہیں۔

رانا شناہ اللہ خان: وہ تو انڈیا پسخے ہوئے ہیں۔ کٹ موشن تو پنجاب اسمبلی میں پیش ہوئی ہے اور پنجاب سے ہی متعلقہ ہے لیکن یہ انڈیا چلے گئے ہیں۔ یہ کٹ موشن سے متعلقہ رہیں۔ ڈاکٹر سمیہ احمد: اس لئے کہ یہ شاہین ہیں۔

وزیر زراعت: جناب والا! یہ کٹ موشن پڑھ لیں۔ میں facilitation کی بات کر رہا ہوں۔۔۔ وزیر جیل خانہ جات: پوانٹ آف آرڈر۔

جناب پیکر: جی، نوانی صاحب!

وزیر جیل خانہ جات: جناب پیکر! ممکن ہے کہ وزیر زراعت نے کما ہو کہ اپوزیشن نے according to rule کٹ موشن پر بات نہیں کی لیکن کٹ موشن پر جو بھی اعتراضات ہیں متعلقہ وزیر کو حق حاصل ہے کہ وہ ان کا جواب دے۔

جناب پیکر: جی، صحیح بات کر رہے ہیں۔ جی، لودھی صاحب! پیغمبر اخلاقی کر لیں۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم نے بوند بوند بچانے کی کوشش کی ہے۔ یہ بھی یہکنا لوگی ہے کہ ہم اپنے کھتوں کو ہموار کریں گے اس سے پانی کی بچت ہو گی۔ اگر پانی کی بچت ہو گی تو فی ایک پیداوار بڑھے گی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے وعدہ کیا ہے کہ by the end of next year پنجاب کی تمام یونین کو نسلوں میں land leveler میں 2500 یونین کو نسلیں ہیں جن میں روول ایریا میں دو ہزار کے لگ بھگ یونین کو نسل رکھتی ہیں۔ ہم پانچ سو دے چکے ہیں اور پندرہ سو اس سال دے رہے ہیں۔ یعنی ہم ہر یونین کو نسل میں land leveler دے رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ تو کہتے ہیں کہ کسان کے لئے کچھ نہیں کیا۔ سینی! ہم کسان کو آدمی قیمت پر land leveler کو دے رہے ہیں۔ اس کی قیمت 3 لاکھ میں یا چالیس ہزار ہے۔ آدمی قیمت ملکہ زراعت پنجاب گورنمنٹ دے رہا ہے اور آدمی قیمت وہ دے گا جو اس کو استعمال کرے گا۔ اس کو یہ بھی اجازت دے رہے ہیں کہ اس یونین کو نسل میں رہے اور اس یونین کو نسل کی تمام زمین ہمیں لیوں کر کے دے اس کا معاوضہ بھی وہ خود گھر لے کر جائے گا۔ ہم اس سے آدمی قیمت واپس نہیں لیں گے۔ یہ ہے جو ہم کا شکار کو دے رہے ہیں میں اور کیا بات کروں۔

دوسری بات یہ ہے کہ پنجاب میں 56 ہزار water courses ہیں۔ رانا صاحب آپ کو دیماںی علاقے کا کچھ پتا نہیں ہے۔ اس سال ہم نے 5 ہزار water

courses improve کئے ہیں 24 ہزار پہلے کر چکے ہیں اور پھر جس کی بات کر Central Government and President of Pakistan also.

رہے ہیں انہوں نے پاکستان کو 66۔ ارب روپے دیئے ہیں اور پنجاب کو 28۔ ارب روپے دیئے ہیں۔ جس میں سے ہم water courses کو پا کر رہے ہیں اس طرح ہم پانی کی کوپورا کر رہے ہیں۔ آپ نے یہ کہا کہ ڈیم نہیں ہیں، بارشیں نہیں ہو رہی ہیں اور گلیشیر نہیں پھل رہا۔ یہ تو قدرت کا کام ہے لیکن گورنمنٹ کو دیکھیں کہ گورنمنٹ جاگ رہی ہے۔ گورنمنٹ جاگ رہی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! انہوں نے لینڈریونیو کی بات کی ہے پھر انہوں نے ہمارے فارموں کی آمدی کی بات کی ہے پھر انہوں نے واٹر یٹ کی بات کی ہے۔ رانا صاحب کو علم ہونا چاہئے اکٹھے ہی رہے ہیں، سب اکٹھر ہے ہیں۔ یہ گھمے اس لئے ہوتے ہیں کہ انہوں نے قوم کے لئے کام کرنا ہے، قوم کے لئے خرچ

کرنا ہے۔ کئی مجھے ایسے ہیں جو earn کرتے ہیں اور پھر earn کرنے کے بعد وہ قوم پر خرچ کرتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ایک ارب دس کروڑ روپیہ زراعت کے لئے رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ایک ارب دس کروڑ نہیں ہے، ہم نے 30 ارب اس بجٹ میں رکھا ہے۔ اسی طرح یہ اگر آپاشی کی بات کریں، روڈز کی بات کریں، فشیریز کی بات کریں اور لائیو سٹاک کی بات کریں They are the part of Agriculture. جو بھی پیسے لگتے ہیں اسی پر لگتے ہیں۔ اگر ان کی نسیں پکی ہوں گی، راجہاہ پکے ہوں گے تو ultimately farmers کو فائدہ ہو گا۔ اگر لائیو سٹاک میں اضافہ ہو گا تو ultimately farmers کو فائدہ ہو گا۔ اسی طرح اگر یہ فشیریز کی بات کریں روس کی بات کریں جو بنے ہیں وہ کس لئے بننے ہیں؟ ہمارے کسانوں کی محنت سے اگلی ہوئی اجنس کو ہم مندیوں کی طرف لے کر جاتے ہیں۔ وہ اگر یکلچر پر نہیں لگتا تو اور کس پر لگتا ہے۔ ہم رانا صاحب اس ڈیپارٹمنٹ میں دس کروڑ روپے نہیں 30 ارب روپے خرچ کر رہے ہیں۔ چیف منسٹر پنجاب ہماری قیادت کر رہے ہیں۔ ان کی direction سے یہ سب کچھ ہم کر رہے ہیں۔

جناب والا! میں facts and figures کی بات کر رہا ہوں جب یہ آمد فی ہو گی تو خزانے میں جائے گی۔ اس کے بعد پھر مختلف ملکوں میں تقسیم ہو گی۔ یہ نہیں کہ ہم کمائیں اور اسی طرح اس پر لگادیں۔ گندم میں بھی ہم اس پوزیشن میں آگئے ہیں کہ ہمارے گودام، ہمارے سٹورز بھرے پڑے ہیں۔ وزیر خوارک بھی یہاں پر بیٹھے ہیں اور آپ کو علم ہونا چاہئے کہ ہم اس پوزیشن میں آگئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہم گندم ایکسپورٹ کریں گے۔ (نصرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہم سے ایسے ایسے ملک demand کر رہے ہیں جو یہاں پر میں بیان نہیں کرنا چاہتا، ہم انشاء اللہ تعالیٰ گندم بھی ایکسپورٹ کریں گے۔ ہم چاول پہلے ہی ایکسپورٹ کر رہے ہیں، ہم گندم ایکسپورٹ کر رہے ہیں، ہم کاٹن بھی بھیج رہے ہیں، ہم citrus بھی بھیج رہے ہیں، ہم مینگو بھی بھیج رہے ہیں اور یہاں پر میں یہ بھی بتا دوں کہ subsidy بھی نہیں دے رہے۔ ہمارا کسان سب سڈی کے بغیر بھی کام کر رہا ہے۔ WTO میں سینہ تان کے ہم جائیں گے۔

جناب سپیکر! میں رانا صاحب سے گزارش کروں گا کہ آپ ضرور یہ بیان کیا کریں اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ملکہ یہ نہیں کرتا وہ نہیں کرتا جو اچھے کام ہیں ان کو بھی بیان کیا کریں۔ یہ ہم نے جو 43 کروڑ روپے وافر خرچ کئے ہیں ہم نے یہ کس پر خرچ کیا ہے بلڈوزرز پر خرچ کیا ہے، ہم

نے اشتہارات دیئے ہیں ہم نے مارکیٹ کمیٹی بنائی ہے۔ اپنی اجنس کو dispose of کرنے کے لئے۔

رانتانہ اللہ خان: جناب سپیکر! یہ بار بار 43 کروڑ کہہ رہے ہیں یہ 38 کروڑ ہیں۔ اس کی وضاحت فرمادیں۔

جناب سپیکر: لودھی صاحب exact figures کیا ہیں؟

رانتانہ اللہ خان: جناب والا! ان کو تو یہ نہیں بتا کہ 34 ہیں یا 43۔

وزیر زراعت: جناب والا! 34 کروڑ 80 لاکھ ہیں۔

رانتانہ اللہ خان: جناب والا! تینی دیر سے 43 کروڑ کہہ رہے ہیں۔ یعنی 9 کروڑ کا توان کو فرق ہی نظر نہیں آ رہا یہ کیا جواب دیں گے؟

وزیر زراعت: جناب والا! میں نے عرض کیا ہے کہ 34 کروڑ 80 لاکھ روپے ہے۔ (قطع کامیاب)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

وزیر زراعت: جناب والا! ان کی جو کٹوتی کی تحریک ہے اس میں کوئی وزن نہیں ہے۔ محمدہ زراعت دن رات ترقی کر رہا ہے میں اس کے لئے کاشتکاروں کو اپنے دوستوں کو اپنے مچھے کے سامنے داؤں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور یہ بھی میں بتاتا چلوں کہ ہم نے ریسرچ پر اپنے سامنے داؤں پر نظر مرکوز کی ہوئی ہے۔ ہم اس کو reorganize کر رہے ہیں ہم ان سامنے داؤں کو ان کی قابلیت کے مطابق تنخوا ہیں دیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس پنجاب کی ترقی میں اضافہ کریں گے اور پاکستان کی نیک نامی میں اضافہ کریں گے۔ شکریہ مربیانی۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”34 کروڑ 80 لاکھ 79 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبه زر نمبر 14“

زراعت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔“

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 34 کروڑ 80 لاکھ 79 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر

پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30 جون 2006 کو ختم

ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوی گیر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدد "زراعت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطلوبہ زر منظور ہوا)

12 مطالبه زر نمبر

جناب سپیکر: اب وزیر خزانہ مطالبه زر نمبر 12 پیش کریں گے۔

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 5 کروڑ 19 لاکھ 93 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوی گیر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدد "تعلیم" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک ضمنی رقم جو 5 کروڑ 19 لاکھ 93 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوی گیر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدد "تعلیم" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

مطلوبہ زر نمبر 12 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل ارکین کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ جناب قاسم ضیاء، رانا آفتاب احمد خان، جناب سمیع اللہ خان، سید ناظم حسین شاہ، چودھری زاہد پوری، جناب جہانزیب امیاز گل، جناب محمد یار موزن کا، راجہ ریاض احمد، محترمہ عظمی زاہد بخاری، محترمہ فرزانہ راجہ، ڈاکٹر نادیہ عزیز، ملک اصغر علی قیصر، راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈوکیٹ)، راجہ محمد طارق کیانی، بریگیڈر (ریٹائرڈ) محمد حسن، جناب عامر فدا پراچہ، جناب اشٹیاق احمد مرزا، جناب محمد افضل مرزا، جناب محمد ریاض شاہد، ڈاکٹر اسد معظم، جناب فیض اللہ کومکا، جناب علی حسن

رضاقاضی، سید حسن مرتضی، لالہ شکیل الرحمن (ایڈووکیٹ)، میاں سعود حسن ڈار، حاجی محمد اعجاز، جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ)، سید مظفر حسین کاظمی، جناب محمد اشرف خان، ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی، ملک محمد اسحاق بچہ، چودھری محمد شبیر، جناب اعجاز احمد سماں، جناب تنور اشرف کارہ، میجر (ریٹائرڈ) احسان الہی چودھری، جناب طاہر اختر ملک، ملک محمد ارشد جٹ راں، مخدوم سید محمد مختار حسین شاہ، پیر مشتاق احمد شاہ، جناب احسان الحق احسن نولائیا، میاں سیف اللہ اویسی، راؤ اعجاز علی خان، جناب شاہد انجم، میاں محمد اسلام، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوان، جناب جاوید حسن گجر، شیخ عزیز اسلام، محترمہ نشاط افزا، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ثمینہ نوید، محترمہ فائزہ احمد، محترمہ نور النساء ملک، محترمہ بھجنی سلیم، محترمہ صیحہ بیگم، محترمہ صائمہ بخاری، محترمہ عذرہ بانو، جناب پرویز رفیق، جناب نوید عامر، رانا شناہ اللہ خان، رانا مشود احمد خان، چودھری محمد شفیق انور، شیخ اعجاز احمد، ڈاکٹر اسد اشرف، راجہ محمد علی، ملک محمد اقبال چڑھر، راجہ ارشد محمود، چودھری محمد ایاز، ملک ابرار احمد، جناب محمد نواز ملک، جناب عمران اشرف، جناب بلال یاسین، جناب محمد آجاسم شریف، جناب مجتبی شجاع الرحمن، مراشتیان احمد، چودھری عبدالغفور خان، رانا تھمل حسین، جناب محمد افضل کھوکھر، جناب افضل سلطان ڈوگر، چودھری سجاد حیدر گجر، میاں یاور زمان، بابو نفیس احمد انصاری، ڈاکٹر نذیر احمد مسٹھو ڈوگر، مرا اعجاز احمد اچلانہ، جناب کامران مائیکل، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ افتخار فاروق، محترمہ خالدہ منصور، محترمہ نگمت پروین میر، محترمہ شہناز سلیم، محترمہ عابدہ جاوید، چودھری اصغر علی گجر، ڈاکٹر سید و سیم اختر، سید احسان اللہ وقار، جناب محمد وقار، چودھری محمد شوکت، سید اعجاز حسین بخاری، جناب ارشد محمود گبو، محترمہ طاہرہ منیر، محترمہ زیب النساء قریشی!

شیخ اعجاز احمد صاحب اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کریں۔

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"5 کروڑ 19 لاکھ 93 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبات زر نمبر 12

تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

جناب سپیکر نیہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"5 کروڑ 19 لاکھ 93 ہزار روپے کی ضمنی رقم بسلسلہ مطالبات زر نمبر 12

تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

MINISTER FOR EDUCATION: I oppose it, sir.

جناب سپیکر: منسٹر ایجو کیشن اسے oppose کرتے ہیں۔ شخچ اعاز احمد!

شخچ اعاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! Supplementary Budget پر کل کی بحث کے بعد آج cut گایا جا رہا ہے اور ہم نے کل بھی اس حوالے سے اپنی پوری contribution کی اور آج تمام دوست دوبارہ صوبہ پنجاب کے عوام کے ساتھ اس commitment کو نجاتے جا رہے ہیں جو ہم نے ایکشن کے دوران کی یادوں میں جل اٹھایا کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ صوبہ پنجاب کے عوام کے مفاد کو مقدم رکھیں گے۔

جناب سپیکر! یہاں پر بات ہوئی "Vision 2020" کی، یہاں پر بات ہوئی "پڑھا لکھا پنجاب" کی، یہاں پر بات ہوئی کہ "ایجو کیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام" میں انقلابی اقدامات کئے جا رہے ہیں اور گاؤں سے لے کر شرودن تک اور شرودن سے لے کر دور دراز کے علاقوں تک تعلیم کی سول تین پہنچائی جا رہی ہیں۔ میں ذمہ داری کے ساتھ یہ بات کرتا ہوں آج اصغر علی گجر صاحب نے جب یہ بات کی کہ ان کے حلقہ کے اندر یہ مسائل ہیں تو یہاں پر کروڑوں روپے کی رقم دوبارہ مانگی گئی ہیں اس میں آپ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ صفحہ نمبر 75 ہے۔ ایجو کیشن منسٹر کے پاس اگر supplementary book کی تعداد 11 میں ہے تو وہ گھسیں۔ آئٹم نمبر 11 میں ہے Funds for the Office of Monitoring and Evaluation Cell، Education Department اس میں ایک کروڑ 90 لاکھ 48 ہزار روپیہ demand کیا گیا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ جس ملک کے صوبہ پنجاب کے گاؤں کے اندر، گاؤں کوچھوڑیے شرودن کے اندر مل سکوں مذہل رہیں، پرانگری سکول پر انگریزی رہیں، جب بارش آئے تو ان کی چھتیں پہننا شروع کر دیں اور ہمارے صوبہ پنجاب کے بیٹے یا سیٹیاں جو اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لئے وہاں پر جا رہے ہیں ان کی سول توں کا فقہان کا عالم یہ ہو کہ چھتیں ٹپکیں اور ہیڈ ماٹر صاحبان روئے ہوئے کہتے پھریں کہ خدا کے واسطے ہماری چھتیں تعمیر کر دیں کیمیں یہ نہ ہو کہ یہ چھت گرجائے اور معصوم بچے جاں بحق ہو جائیں۔ ایجو کیشن ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ہمیں جو محنت بھرا خلط لکھا گیا اور اس میں کما گیا کہ آپ بتائیں کہ آپ کے حلقہ کے اندر کیا کیا missing facilities ہیں؟ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی موجودگی میں یہ بات کر رہا ہوں اور ذمہ داری کے ساتھ بات کر رہا ہوں کہ ہم نے ایک ایک یونین کو نسل میں جا کر ایک ایک سکول کے ہیڈ ماٹر صاحب سے مل کر خواہ وہ گرلز سکول تھا یا بوابے سکول ہم نے پوری محنت شاقہ کی اور اس love letter کے جواب میں ہم نے تمام

کو بھجوائیں اور بزبان شاعر مجھے وہ کہنا پڑھ رہا ہے facilities Government of Punjab

کہ:

نامہ بر تو ہی بتا تو نے تو دیکھے ہوں گے
کیسے ہوتے ہیں وہ خط جن کے جواب آتے ہیں

جناب سپیکر! یہ پورا معرز ایوان گواہ ہے اپوزیشن بخپز پر بیٹھے ہوئے ممبرz on oath بات کر سکتے ہیں کہ ہم نے ان کے لئے گئے خط کے جواب میں جو سکھیمیں بھجوائی تھیں آج تک ہمارے حلقوں میں ان پر ایک single penny فرمائیں کہ آپ کتابوں کے اندر Evaluation Cell قائم کریں، آپ ایجو کیشن ڈیپارٹمنٹ کو اپ گرید کرنے کے لئے "پڑھا کھا پنجاب" کا نعرہ لگائیں لیکن فیصل آباد کا میر اعلقہ پی پی۔ 72، that اور اس میں رضا آباد میں 2 سکول ہیں، ایک پرانی سکول ہے اور دوسرا مدل سکول ہے ان کو اپ گرید کرنے کے لئے میں نے بارہا request کی لیکن اس پر کوئی عمل نہیں ہوا اور ہوتا کیا ہے کہ جب قوم کی وہ یہیں جو ایک عام شری کی بیٹی ہے، جو ایک عام مزدور کی بیٹی ہے، جو ایک عام کسان کی بیٹی ہے وہ جب آٹھویں کلاس سے تعلیم حاصل کر کے ninth class میں جانا چاہتی ہے تو وہاں پر اسے آرٹس یا سائنس سمجھیک رکھنا ہوتا ہے۔ جب وہ کسی دوسرے سکول میں جا کر admission یعنی کی کوشش کرتی ہے تو اس کو وہاں پر admission اس بنیاد پر نہیں ملتا کیونکہ ان ہائی سکولوں میں ان سکولوں کی بھیوں کو اپ گرید کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی اپ گرید یشن نہیں ہو رہی۔ غلام محمد آباد کے اندر یونین کو نسل نمبر 277 کا سکول ہے میں ایجو کیشن منسٹر کی توجہ چاہوں گا کیونکہ وہ وزیر اعلیٰ صاحب سے بات کرنے میں مصروف ہیں یہ نوٹ فرمائیں کہ رب شاہ چوک میں ایک بہت پرانا سکول ہے اس کے 8 کروں کی چھتیں گرنے والی ہیں۔ میں نے بے شمار مرتبہ وزیر تعلیم صاحب کو یہ درخواست کی ہے۔ انھوں نے مجھے کہا کہ تن صاحب آپ مجھے تحریری طور پر لکھ کر دے دیں تو میں اس کو منگوالیتا ہوں اور اس کو ٹھیک کروادیتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے تحریری طور پر لکھ کر دیا کہ دس کروں کی چھتیں بوسیدہ اور خستہ ہیں۔ وہ کسی بھی وقت گر سکتی ہیں لیکن مجھے درخواست کئے ہوئے آج ساڑھے تین سال ہو گئے ہیں۔ ان ساڑھے تین سالوں میں اس سکول کی ایک چھت پر ایک single penny

گئی۔ میں آج اس ایوان کو گواہ بنائے روزیر اعلیٰ پنجاب کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ اگر رب شاہ چوک کے سکول کی چھتیں گرنے سے اگر ملک و قوم کا کوئی بیٹا بلاک ہو گیا یا کسی کی پنچی مر گئی تو اس کی ذمہ داری جناب! آپ fix کریں، صوبہ پنجاب کے عوام fix کریں کہ کس پر ہوگی؟

محترمہ ظل ہما عثمان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ ظل ہما پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

محترمہ ظل ہما عثمان: جناب سپیکر! میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ میں اپنے اپوزیشن کے بھائیوں سے یہ بات ضرور کھوں گی کہ وہ کس چیز کی بات کرتے ہیں۔ وہ کون سی کتابیں پڑھ کر آتے ہیں۔ میں ماں رانائٹ، اللہ اور ڈاکٹر جاوید صدیقی جیسے لوگ ہمیں کتابوں سے figures پڑھ پڑھ کر سنارہ ہوتے ہیں۔ کل میرے بھائی نے ماں پر جس تصحیح آمیر انداز سے یہ لفظ کے۔ مجھے ان کے ڈاکٹر ہونے پر افسوس ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! کل انھوں نے کہا کہ کس ظل ہما کو دولاکھ روپیہ دیا ہے۔ مجھے ان کے اس لمحے اور انداز پر بڑا افسوس ہوا۔ اگر وہ کتاب غور سے پڑھتے تو انھیں پتا چلتا۔ یہ جنوبی پنجاب کی بات کرتے ہیں، کیا یہ اس طرح سے نمائندگی کر رہے ہیں۔ اگر انھوں نے وہ کتاب غور سے پڑھی ہوتی تو آگے بیان کیا گیا تھا کہ دولاکھ روپیہ ظل ہما دختر سید محمد سلیمان سکنے 1341 فتحار سٹریٹ، نیو سمن آباد لاہور میں برائے ادائیگی قرض دی گئی تھی۔ یہ کس طرح سے ماں پر بیان کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ (قطع کلامیاں)

صدیقی صاحب تشریف رکھیں۔ شیخ اعجاز احمد صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں یہ بات کر رہا تھا کہ یہ خدا کا خوف کریں۔ اگر روزیر اعلیٰ پنجاب نے کما ہے کہ پڑھا لکھا پنجاب، all free education کے واسطے ماں پر جو تجاویز دی جاتی ہیں۔ ان پر عملدرآمد کرائیں۔

جناب سپیکر! وزیر تعلیم صاحب نوٹ فرمالیں۔ میں دوبارہ یہ بات دہراتا ہوں کہ رب شاہ چوک سکول کی چھتیں گرنے والی ہیں۔ میں نے بے شمار مرتبہ کہا ہے۔ اگر وہ گر گئیں تو اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی۔ اس کے علاوہ رضا آباد میں ایم سی گرلز میڈل اور ایک ایم سی بوائز میڈل سکول ہے۔ ان کے متعلق بے شمار مرتبہ کہا گیا لیکن ان کو upgrade نہیں کیا جا رہا۔ مدن پورہ میں غریب

کسانوں یا مزدوروں کی سیٹیاں پڑھتی ہیں، اس کو upgrade نہیں کیا جا رہا۔ غلام محمد آباد کے سکولوں کو upgrade نہیں کیا جا رہا۔

جناب سپیکر! آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ایجو کیشن سیکٹر ریفارم پروگرام میں حکومت ہمارے ساتھ کیا کر رہی ہے۔ ابھی ملک پاکستان جو کہ اسلامی جموریہ پاکستان ہے۔ اس میں انہوں نے یہ کیا ہے کہ لفظ ٹیچر ملازمت سے نکالا جا رہا ہے اور اس کی جگہ ایجو کیٹر بھرتی کئے جا رہے ہیں۔ ہمیں ان ایجو کیٹر کی جو مغرب کے پروردہ ہیں ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے جو sexology بھی پڑھائیں گے اور جو musicology بھی پڑھائیں گے۔ ٹیچر کے معنی کیا ہیں؟ ٹیچر کے معنی تعلیم و تربیت دینے والا ہیں اور ایجو کیٹر کے معنی صرف تعلیم دینے والا ہے۔ وہ صرف پڑھائے گا وہ جو پالیسی مغرب سے آئے گی، اس کو پڑھائے گا۔ ہمیں ایجو کیٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ پاکستان کی ماں، سیٹیوں، پاکستان کے جو باپ ہیں ان کو ایجو کیٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کو ٹیچر کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! آپ عمر کے اس حصے میں ہیں۔ آپ اور جتنے میرے بزرگ یہاں پر تشریف فرمائیں۔ میں یہ ذمہ داری سے درد دل سے بات کر رہا ہوں کہ پاکستان کے اندر ایک لفظ متعارف کرایا گیا ہے۔ پہلے مائیں یہ مثالیں دیتی تھیں کہ اس نے کسی اپنے استاد سے تعلیم حاصل کی ہے۔ اب مائیں کہیں گی کہ یہ میری بیٹی کا ایجو کیٹر آ رہا ہے۔ یہ میرے بیٹے کے ایجو کیٹر ہیں۔ لفظ استاد کو نکال کر ایجو کیٹر بھرتی کئے جا رہے ہیں۔ یہ قوم کی کوئی خدمت نہیں ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! اگر سابق وزیر تعلیم زبیدہ جلال حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باب کو ختم کر کے وادی کیلاش میں پڑھنے والی میٹرک کی طالبہ کے باب کو education میں insert کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہاں پر achievement of a girl کی بیٹی کو پھر مغرب میں پیش کر کے اس کے لئے وظائف اکٹھے کئے جاتے ہیں اور یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ پاکستان کی طرف جا رہا ہے تو پھر وہاں پر جو مسلمان بستے ہیں تو ہم ان را کٹ فائز کرتا ہے تو وہ اس کو indicate کرتا ہے کہ پاکستان جو کہ نظریہ پاکستان کی نام پر حاصل کیا گیا تھا، جو پاکستان کی بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا، جو لاکھوں قربانیاں دے کر حاصل کیا گیا تھا اور کسی نے کہا تھا کہ:

قلم ہوئے سر قلمان ٹھیاں
سینیاں دے وچ بلماں ٹھیاں
تے عزت دی ٹھنی دے نالوں
عذرا بانو سلمی ٹھیاں
فیر جا کے موقع بنیا
پاکستان کوئی سوکھا بنیا اے

جناب سپیکر! میں گزارش کر رہا ہوں کہ پاکستان کے اندر ہمیں ٹیچرز کی ضرورت ہے جو ہماری قوم کے بیٹوں اور سیٹیوں کو teach کریں۔ ہمیں ایک گوکیسٹرز کی ضرورت نہیں ہے۔ شکریہ
جناب سپیکر: شکریہ۔ جناب ارشد محمود گبو!

جناب ارشد محمود گبو: جناب سپیکر! اسعادت حسن منٹو نے ایک افسانہ نیا آئین کھا تھا۔ اس نے 1935 میں یہ افسانہ لکھا تھا جب ہندوستان کو انگریزوں نے نیا آئین دیا۔ اس کے متعلق یہ بتایا گیا کہ جب یہ نیا آئین آئے گا تو ہندوستان کے رہنے والوں کی حالت سدھ جائے گی اور ہم آزاد ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! اسعادت حسن منٹو نے لکھا کہ ایک استاد منگو تھا۔ وہ صحیح سویرے نہاد ہو کر کپڑے بدلت کر لاہور کی سڑکوں پر نکل آیا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آج جو نیا آئین (1935 کا نیا آئین) ہندوستانیوں کو ملا ہے۔ اس کے اثرات کیا ہیں اور وہ کیا اثرات مرتب کرتا ہے لیکن جب استاد منگو لاہور کی سڑکوں پر، مال روڈ پر آیا تو اس کو کہیں پر بھی 1935 کا وہ آئین، آزادی کا آئین نظر نہیں آیا۔ اسی طرح یہ بحث جو ہم ہر سال پیش کرتے ہیں، جس کو ہر سال ہم figures میں اور موٹی موٹی کتابوں میں بند کر کے اس اسمبلی میں پیش کرتے ہیں۔ لوگ اس کو دیکھتے ہیں، لوگ اس کو سوچتے ہیں اور لوگ اس کا منتظر کرتے ہیں لیکن جب بحث کا دن گزر جاتا ہے تو پھر لوگ منگائی کی چکی میں پس اشروع ہو جاتے ہیں اور لوگوں پر مایوسی طاری ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ گواں حکومت نے تعلیم کو ایک

اچھا خاص فنڈ دیا ہے۔۔۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر: آج میر اخیال ہے کہ نماز کا وقہ گلوٹین کے بعد کر لیں گے۔ کیونکہ نماز کا وقت تین ساڑھے تین بجے تک ہوتا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! نماز کا وقت تین بجے تک نہیں ہوتا۔ اس کو دونجے تک کر لیں۔

جناب سپیکر: یہ تو دونجے تک سارا کام ختم ہو جائے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: نماز کے لئے پندرہ منٹ کا وقہ کر دیں۔

جناب سپیکر: ایسا ہے کہ یہ گلوٹین کے بعد نماز کا وقہ کر لیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب سے یہ ملک بنا ہے تقریباً 60 سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ سب سے زیادہ مظلوم شعبہ تعلیم کا رہا ہے۔ تعلیم ہر ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے۔ آج سے 2 ہزار سال پہلے مسلمانوں کا انحطاط اور زوال کیوں آیا، اس لئے آیا کہ ہم نے اپنا تعلیمی میدان چھوڑ دیا، ریسرچ کو چھوڑ دیا اور ہم نے پڑھنا لکھنا چھوڑ دیا اور جنمیں نے کتاب ہاتھ میں پکڑ لی، جنمیں نے ریسرچ ہاتھ میں پکڑ لی وہ ہم سے آگے نکل گئے۔ آج بھی ہمارے ساتھ یہی ہو رہا ہے۔ اس پاکستان کو بننے ہوئے 60 سال ہو گئے ہیں آج تک ہم اپنا سلسلہ تیار نہیں کر سکے، ہم آج تک اپنا نصاب نہیں بناسکے۔

جناب سپیکر! Missing facility کے حوالے سے یہ کہتے ہیں کہ 12۔ ارب روپیہ ہم نے تعلیم پر خرچ کیا ہے لیکن انہوں نے اس تعلیم کے main organ استاد کو کیا دیا ہے، اس کو دو سال، تین سال کے کنٹریکٹ پر بھرتی کر لیا ہے۔ وہ استاد جو ایک پار لیمنیٹریں کو بناتا ہے، وہ استاد جو پوری قوم کو تیار کرتا ہے، پورے ملک کو تیار کرتا ہے اس استاد کو ہم نے کنٹریکٹ پر بھرتی کر لیا ہے اس لئے کہ ہم نے استاد کو سب سے نیچا اور سب سے کمی چیز سمجھ لیا ہے۔ یہ کنٹریکٹ بہت اچھی چیز ہے تو فوج کو بھی کنٹریکٹ پر بھرتی کرنا چاہئے، ہمیں اپنی یور و کریمی کو بھی کنٹریکٹ پر بھرتی کرنا چاہئے اس لئے کہ اگر کنٹریکٹ اتنی ہی اچھی بات ہے اور انہوں نے استادوں اور ڈاکٹروں پر اس کو لا گو کیا ہے تو پھر ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے کیونکہ یہ ضمیں بجٹ ہے اس پر انہوں نے 2005-06 میں 4۔ ارب 70 کروڑ 48 لاکھ 87 ہزار روپے رکھے تھے اور اب یہ کہتے ہیں کہ ضمیں بجٹ میں 51 کروڑ 99 لاکھ 3 ہزار روپیہ ہمارا اضافی خرچ ہوا ہے اور اس کو اس اسمبلی سے منظور کرنا چاہئے ہیں۔ اب یہ کہتے ہیں کہ 2006-07 میں 9۔ ارب روپیہ رکھا ہے۔ میں چند اشعار میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں

اور خصوصاً وزیر خزانہ جنمروں نے بڑی خوبصورت اور بڑی منحتجی ہوئی تقریر میں کچھ حقائق کو بیان کیا اور کچھ کو چھپانے کی کوشش کی۔ میں ان کی خدمت میں یہ شعر عرض کرتا ہوں کہ۔

کل چودھویں کی رات تھی شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کما یہ چاند ہے کچھ نے کما چمرا تیرا
ہم بھی وہیں موجود تھے ہم سے بھی سب پوچھا کئے
ہم ہنس دیئے ہم چپ رہے منظر تھا

جناب سپیکر: شکریہ

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! پونٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: صدیقی صاحب! بھی دو معزز رکن بات کریں گے۔ رانا صاحب! کون کون صاحب بات کریں گے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بھی ٹائم تو ایک گھنٹہ ہے تو اس پر جتنے بھی دوست بات کر سکتے ہیں تو آپ پانچ پانچ منٹ سب کو دے دیں۔

جناب سپیکر: آپ کا 1.20 پر ٹائم ختم ہونا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! 20 پر نہیں ہونا۔ کیونکہ اجلاس دیر سے شروع ہوا ہے آپ اس حساب سے دیکھیں تو یہ پونے دو بجے تک بنتا ہے۔

جناب سپیکر: دیر کی وجہ سے نہیں بنتا۔

رانا ثناء اللہ خان: لیکن آپ نے کما تھا کہ دس بیندرہ منٹ کی اور گنجائش ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: چلو دس کی بجائے بیندرہ منٹ کر لیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ دو بجے تک اپوزیشن کو اپنا موقف پیش کرنے دیں۔ اس کے بعد گلوٹین تو آدھے گھنٹے میں ہو جائے گی اور اڑھائی بجے کام ختم ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: ایسا کریں کہ ladies میں سے ایک بات کر لے اور مرد میں سے دو کر لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ صرف پانچ منٹ کا ٹائم دیں اور جتنے بھی دوست بات کرنا چاہتے ہیں انہیں بات کر لینے دیں۔ دو بجے گلوٹین apply کر دیں اور 2.20 پر سارا معاملہ ختم ہو

جائے گا۔

جناب سپیکر: محترمہ خالدہ منصور صاحب!

محترمہ خالدہ منصور: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے پنجاب کے ایک اہم ڈپارٹمنٹ کے اندر بات کرنے کی اجازت دی۔ دیکھا جائے تو حکومت کا کہنا کچھ اور ہے، کرنا کچھ اور ہے اور ان کے قول و فعل میں بڑا تضاد ہے۔ دعوے تو بہت بڑے کئے جاتے ہیں کہ ہم پڑھا لکھا پنجاب بنادیں گے لیکن وہ کس طرح بنے گا؟ عمل کیا ہے اور لوگوں کو یا بچوں کو پنجاب میں کیا سوتیں دی گئی ہیں؟ اگر ہم اندازہ لگائیں کہ پچھلے سال کا جو بجٹ تھا اور اس سال جو ایجو کیشن کا بجٹ ہے اس میں کما یہ گیا تھا کہ تمام سکولوں کی چار دیواری، ان کو پیٹے کا پانی، لیٹرین اور سٹاف سب کچھ ملے گا لیکن اگر آپ کو کبھی اتفاق ہوا ہو تو میں وزیر تعلیم سے یہ گزارش کروں گی کہ وہ کبھی فیصل آباد تشریف لائیں تو ان کو میں وہ سکول دکھائیں ہوں جماں بچیوں کے سکول ہیں اور وہاں چار دیواری نہیں ہے، وہاں پیٹے کا پانی نہیں ہے، وہاں لیٹرین نہیں ہے اور سٹاف نہیں ہے، وہاں درجہ چہارم کا سٹاف نہیں ہے تو بتائیے کہ کیا پڑھا لکھا پنجاب بنے گا جماں سکولوں میں اسی سلویات ہی نہیں ہیں۔ کیا یہ ان کا دعویٰ صحیح ہے کہ وہ ”پڑھا لکھا پنجاب“ بنادیں گے۔ خدار! اس پر عمل کریں اور اگر پاکستان کو اور پنجاب کو ترقی دینی ہے تو پھر ان کو یہ سب کرنا پڑے گا۔

جناب سپیکر! میں ایک نشاندہی کرنا چاہتی ہوں کہ استاد کا مقام ہمارے معاشرے میں کیا ہے؟ استاد وہ ہستی ہے جو ہمیں شعور، سمجھ اور عقل دیتا ہے لیکن اگر ان کا بجٹ دیکھا جائے تو انہوں نے جو ایجو کیسٹر زبھرتی کئے ہیں ان کی تجوہ 4250/- روپے ہے اور پولیس کے اہلکار کی ساڑھے بارہ ہزار روپے ہے۔ اس کی کارکردگی دیکھیں اور ایک ایجو کیسٹر کی کارکردگی دیکھیں کہ پولیس کیا کرتی ہے اور ایک استاد کیا کرتا ہے؟ ان کا تو یہیں سے بنا چل جاتا ہے کہ یہ تعلیم کو کتنی اہمیت دیتے ہیں؟ میں تھوڑی سی کچھ چیزوں کی نشاندہی کرنا چاہتی ہوں کہ فیڈرل گورنمنٹ کی طرف سے صوبہ پنجاب کے SST چیزر کو میدیکل الاؤنس 425/- روپے تجوہ کے ساتھ نقد دیئے جاتے ہیں۔ کیا پنجاب کے یہ استاد جو فیڈرل گورنمنٹ کے زیر نگرانی ہیں کیا ان کا حق نہیں بنتا، کیا وہ انسان نہیں، کیا اس کے اہل خانہ کو میدیکل الاؤنس کی ضرورت نہیں تو میں وزیر تعلیم کو یہ گزارش کروں گی کہ اپنی باتوں سے اگر وقت نکالیں تو ان چیزوں کی طرف توجہ دیں کہ پنجاب کے جو فیڈرل کے اساتذہ ہیں ان کو بھی میدیکل الاؤنس کی ضرورت ہے۔ کیا ان کے لئے آپ کبھی سوچتے ہیں؟ ایک اور بست

اہم پوائنٹ کہ جو اساتذہ بڑے شرروں میں پڑھاتے ہیں ان کو تجوہ کے ساتھ big city allowance دیا جاتا ہے اور اتنی ہی کو لیکنیشن کا استاد جو چھوٹے شر میں جاتا ہے اس کو ذرا رکھ آمدورفت کے لئے کچھ دیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کو big city allowance دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کے اخراجات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ میں وزیر تعلیم سے گزارش کروں گی کہ ان کی تجوہوں میں یہ فرق جو چھوٹے اور بڑے شرروں کی بنیاد پر ہے اس کو ختم کیا جائے۔

جناب والا! میرے خیال میں انہوں نے ایک اور بڑا غلط کام کیا ہے کہ انہوں نے بچیوں کو ایمنسٹری سکولز میں تعینات کر دیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمارا معاشرہ اتنا ترقی یافتہ نہیں ہوا کہ ہماری بچیاں بوائز سکولز میں جا کر پڑھائیں۔ ہمیں بہت سے معاشرتی مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں سمجھتی ہوں کہ وزیر تعلیم کو چاہئے کہ ان تمام بچیوں کو جو بوائز ایمنسٹری سکولوں میں تعینات کر دی گئی ہیں ان کو گرلز سکول میں تعینات کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، محمد پروین مسعود بھٹی صاحب!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! بحث پر بحث ہوئی پھر ضمنی بحث پر بحث ہوئی۔ حکومتی خپڑے کے تمام فاضل ممبران نے وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کی حکومت کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے اور اپوزیشن ممبران نے ان کی خامیوں کی نشاندہی کی۔ کل جنوبی پنجاب کی بات ہو رہی تھی کہ کوئی جنوبی پنجاب کی بات نہ کریں پورے پنجاب کی بات کریں۔

جناب سپیکر! تفہیق تو خود حکومت ڈال رہی ہے۔ آپ دیکھیں کہ ضمنی بحث میں سوائے صادق پبلک سکول بہاؤ پور کے کسی ایک سکول کی حالت درست کرنے کے لئے اس کو پیسے ملے اور نہ ہی کسی سکول کے لئے پیسے رکھے گئے۔ آج بھی گورنمنٹ ہائی سکول، ایس بی ہائی سکول، عماہیہ ہائی سکول، ٹینکنیکل ہائی سکول اسی طرح لڑکیوں کے گورنمنٹ ہائی سکول ملتانی گیٹ کی حالت دیکھیں، گورنمنٹ ہائی سکول ماذل ٹاؤن اے کی حالت دیکھیں۔ وہاں فرنیچر ہے، پینے کا پانی صحیح طریقے سے ہے اور نہ ہی وہاں پر لڑکیوں کے لئے ان کی تعداد کے مطابق رہائش کا انتظام ہے۔

جناب سپیکر! بھی پچھلے میں کی بات ہے اور یہ بات عمران صاحب کے نوٹس میں بھی ہو گی کہ شاہدرہ گرلز ہائی سکول میں بچیوں کے لئے بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی اور یہ طے پایا تھا کہ ہر 15 دن کے بعد ایک کلاس کمرے میں اور 15 دن باہر بیٹھا کرے گی۔ اس پر تکرار ہوئی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہیڈ مسٹر یس اور ٹیچرز کی آلمیں میں بہت زیادہ لڑائی ہوئی جس پر ای ڈی اونے یہ فیصلہ

کیا کہ اس ٹیچر کو معطل کر دیا جائے۔

جناب سپیکر! آپ دیکھیں کہ ایک ٹیچر 19 سال پڑھاتی ہے اور اس کو معطل اس وجہ سے کیا گیا کہ کرے میں جگہ نہیں تھی اور اس کو باہر بیٹھنے کے لئے کہا گیا تھا۔ آپ دیکھیں کہ اس میں غلطی ٹیچر کی ہے یا حکومت کی ہے۔ ہم نے بڑی محنت سے تمام وہ کوائف جمع کئے جب انہوں نے کما کہ سکولوں کی missing facility کی نشاندہی ہونی چاہئے۔ ہم نے ان کو جو facts and figures دیئے کہیں ایک پہنچی حکومت نے ہماری بات نہیں مانی۔

جناب سپیکر! کل ہماری ایک بہن کہہ رہی تھی کہ بہاولپور ایک گاؤں تھا اور اس کو موجودہ حکومت نے شربنادیا ہے اور وہ گلتا ہے کہ کوئی شر ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں اور واقعی کہتی ہوں کہ وہ گاؤں تھا لیکن جس وقت میاں نواز شریف نے وہاں پر سڑکیں بنائیں تو واقعی اس کو شربنادیا۔ آج بھی وہ سڑکیں منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اگر ترقی ہوئی تو یہ بھول گئی ہیں کہ صرف بہاولپور میں نہیں ہوئی بلکہ پورے پنجاب میں اس حکومت نے بہت ترقی کی، اور یہ ترقی کس میں کی یہ ترقی لوٹا کریں میں کی، ترقی مہنگائی میں ہوئی، ترقی کرپشن میں ہوئی، ترقی رشتہ میں ہوئی۔ اسی چیزوں پر حکومت کیوں آئندھیں بند کر کے بیٹھی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! درویش صفت اگر روزیر اعلیٰ ہے ہم مانتے ہیں لیکن اس کا عملی مظاہرہ کریں اور جس طرح جناب غلام حیدر والیں نے کام کیا تھا یہ اس طرح کام کریں اور اگر کام کرنا ہے تو وزیر اعلیٰ شباز شریف کی طرح کریں۔ وہ صحیح نمائدوں کے وقت سڑکوں کو دیکھا کرتے تھے کہ کس نے صحیح کام کیا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ جو بھی روزانہ کرتے رہیں لیکن وزیر اعظم میاں نواز شریف کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ نگمت پروین میر!

محترمہ نگمت پروین میر: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ میں شعبہ تعلیم کے حوالے سے نہایت ہی اہم چند مسائل پر بات کروں گی۔ تعلیم کا شعبہ بہت ہی ترجیحی کاموں کا مت تقاضی ہے۔ وزیر اعلیٰ کا ”پڑھا لکھا پنجاب“ کا نعرہ تو لگایا جاتا ہے گراں تک پنجاب میں غریب طلبہ کو کتابوں کی فراہمی کو یقینی نہیں بنایا گیا جبکہ تین میسیوں کی چھٹیوں میں طلبہ کو جو کچھ آتا ہے وہ بھی بھول جائیں گے اور آوارہ گردی میں بھی پیش پیش آئیں گے۔ صوبہ کے بے شمار سکولوں میں شاف اور فرنچس کی بست زیادہ کمی ہے جس کمی کو چار سالوں میں یہ حکومت پورا نہیں کر

سکل۔ مڈل اور پر ائمہ ایسے بہت سے سکول ہیں کہ جو بلڈنگ کے بغیر چل رہے ہیں۔ شدید گرمی اور بارش میں ان سکولوں میں چھٹی دے دی جاتی ہے۔ ابھی تک ان کو بلڈنگ میا نہیں کی گئی۔

جناب پیکر! ابھی تک اس اہم مسئلے کا حل نہیں ہو سکا کہ جو خواتین اساتذہ ہیں ان کی ٹرانسفر ان کے اپنے گھروں کے نزدیک جو کہ بہت پہلے کہا گیا تھا کہ جماں جماں پر کہیں خواتین اساتذہ تعینات ہیں ان کو اپنے ہی گھروں کے قریب رکھا جائے گا لیکن ابھی تک اس بات پر بھی عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ اس مسئلہ کی وجہ سے خواتین بہت پریشانی کے عالم میں ہیں۔ جب کوئی لیدی ٹھپر maternity leave پر جاتی ہے تو اس کو تنخواہ نہیں دی جاتی وہ خواتین جو اس قسم کی رخصت پر جاتی ہیں ان کے مسائل میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ میری آگزارش ہے کہ ان کی maternity leave with pay کی جائے۔

جناب پیکر! صوبہ کے اکثر سکولوں میں لا بیریاں نہیں ہیں۔ لا بیری جو کہ تعلیم کی چاپی ہوتی ہے بہت سارے سکول اس سے محروم ہیں۔ ملکہ تعلیم میں بھرتی ڈسٹرکٹ وار اور میرٹ پر کی جائے۔ اس کے علاوہ پنجاب حکومت گزشتہ چار سالوں میں انتخابی نظام کو ایک جیسا نہیں کر سکی کبھی نویں اور دسویں جماعت کو الگ کر دیا جاتا ہے، کبھی سال اول اور دوم کو الگ کر دیا جاتا ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ صاحب اقتدار لوگ اس بات کو اپنے نوٹس میں کیوں نہیں لاتے کہ بار بار تعلیم کا نظام بدلا ناطلبہ کے لئے کتنی مشکلات پیدا کرتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میں وزیر تعلیم کی توجہ چاہوں گی کہ سکولوں کی مانیزٹنگ کے لئے ریٹائرڈ صوبے دار اور حوالدار کہ جن کی تعلیم میٹرک ہے ان کو مقرر کر دیا گیا ہے اور ان کی تنخواہ آٹھ ہزار روپے اور ایک موڑ سائیکل میا کیا گیا ہے جبکہ ایم ایڈ اور بی ایڈ بے شمار نوجوان بیکار پھر رہے ہیں جن کے لئے کوئی روزگار نہیں ہے اس لئے ان کو وہاں پر تعینات کیا جائے۔ شکریہ

جناب پیکر: شکریہ۔ بر گیڈر محمد حسن صاحب!

بر گیڈر (ریٹائرڈ) محمد حسن: شروع اللہ کے پاک نام سے جو براہم بران اور رحم کرنے والا ہے، درود وسلام حضور پاک محمد ﷺ پر میں سمجھتا ہوں کہ جو کام حکومت پنجاب تعلیم کے شعبے میں کر رہی ہے اس کو میں نہ کہوں تو یہ میرے الفاظ کی کنجوں ہو گی۔ بے شک حکومت پنجاب تعلیم پر سب سے زیادہ توجہ دے رہی ہے۔ جو بھی اقدامات آج تک اٹھائے گئے ہیں وہ تعلیم کو آگے بڑھانے کے لئے ہیں۔ وزیر خزانہ صاحب نے جو بحث پیش کیا ہے وہ ایک target oriented budget

ہے۔ اگر انہوں نے تعلیم کے لئے دس بلین روپے رکھا ہے تو انہوں نے ساتھ ملارگٹ بھی رکھے ہوں گے کہ ہم نے کیا کرنا ہے، سو فیصد خواندگی achieve کرنی ہے، higher achieve کرنی ہے، education achieve کرنی ہے یا جو ملک کو تعلیم کی ضرورت ہے وہ تعلیم حاصل کرنی ہے۔ جس وقت ہم ground realities دیکھتے ہیں تو وہ اتنا بڑا بجٹ اور ساتھ پڑھے لکھے پنجاب کی جو بات آتی ہے تو بد قسمتی سے وہ بات نظر نہیں آ رہی جو توجہ اس وقت تعلیم پر دی جا رہی ہے یا جو فنڈز اس وقت تعلیم کے لئے مخصوص کئے جا رہے ہیں۔ یہ سارے اپنے اپنے حلقوں کے ایکپی ایز بیسٹھ ہوئے ہیں اور اگر میں اپنے حلقة کی بات کروں گا تو تقریباً ان سب کی یہی صورتحال ہو گی۔ وہ کسی اور صوبے میں نہیں رہتے۔

جناب سپیکر! میں پرائمری سے شروع کرتا ہوں۔ ہمارے حلقوں میں پرائمری سکول دو دو کمروں پر مشتمل ہیں اور وہاں پر دو ٹیچر ہیں۔ اگر دو ٹیچر ہیں، دو کمرے ہیں اور 143 بچیاں پڑھ رہی ہیں تو مجھے یہ جیو میری بالکل سمجھ نہیں آتی کہ ان پانچ جماعتوں کو دو کمروں میں دو ٹیچروں کے ساتھ کیسے سائیں گے اور وہ کیا تعلیم حاصل کریں گی۔ اسی کے ساتھ حکومت پنجاب ایک نعروہ لگا رہی ہے کہ ہم نے تمام پرائمری سکولوں کو مدل سکول کا درجہ دے دینا ہے تو آپ ان دو کمروں کو پانچ نہیں کر سکتے۔ دو ٹیچروں کی بجائے پانچ ٹیچر ز پرائمری سکول کو نہیں دے سکتے تو آٹھ جماعت تک یہ کس طریقے سے چلانیں گے تو کیا یہ بات کو کھلے نعروں والی نہیں ہے تو پھر کیا ہے اور یہی صورتحال آٹھویں سے نویں کی ہے اور یہی صورتحال دسویں کی بھی ہے اور اگلے دن بھی بجٹ تقریر کے دوران میں نے یہ بات کی تھی کہ محمد شاہ تغلق والی بات تھی۔ اس نے اپنی پالیسیوں میں اتنی تبدیلیاں کیں کہ تقریباً سارا ملک ہی ختم کر لیا اور میں تمثیل ہوں گے کہ پنجاب حکومت نہیں لیکن فیدرل ایجو کیشن ڈپارٹمنٹ نے جو تبدیلی در تبدیلی پنجاب ایجو کیشن میں لائی ہیں اس نے اس تعلیم کا بیڑہ غرق کر دیا۔

جناب سپیکر! میرے حلقة میں 75 سکولز ہیں اور پچھلے دونوں سب ہیڈ ماسٹرز کاٹھے ہوئے اور مجھے بلا یا کہ ہماری یہ مشکلات ہیں کہ ہمارے پاس کمرے نہیں ہیں اور یہ یہ کمیاں ہیں۔۔۔

سید حسن مر تھی: پرانٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سید حسن مر^ط: جناب سپیکر! ادھر درخواستیں recommend کروانے کے لئے یو ٹیلیٹی سٹورز سے بھی لمبی لائن لگی ہوئی ہے House in order نہیں ہے لہذا امر بانی کر کے انہیں کہیں کہ یہ بعد میں کروالیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، بر گیڈر صاحب!

بر گیڈر (ر) محمد حسن: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ پچھلے دنوں سیکر ٹری ایجو کیشن پنجاب نے ایک لیٹر نکلا کہ جن سکولوں کا 20 فیصد سے رزلٹ کم ہے ان کے ہیڈ ماسٹروں کو معطل کیا جائے یا ان کے خلاف ایکشن لیا جائے تو میرے حلقے میں صرف سات permanent ہیڈ ماسٹر ہیں باقی سارے adhoc ہیں اور رزلٹ کیا نکلا کہ 15 میں سے 20 فیصد صرف تین سکولوں نے achieve کیا اور باقی کسی کا 0 فیصد، کسی کا 1 فیصد، کسی کا 2 فیصد اور کسی کا 3 فیصد تو اگر وزیر خزانہ صاحب نے اتنا بڑا بجٹ تعلیم کو دیا ہے تو رزلٹ اس کا کیا نکلا کہ آپ کے پاس 20 فیصد صرف تین سکولوں نے پاس کیا ہے اور باقی سارے سکول 20 فیصد سے نیچے ہیں اور جس وقت آپ ہیڈ ماسٹروں کو sort out کرنے کے لئے گئے تو صرف آپ کو سات ہیڈ ماسٹر ملے اور باقی سارے adhoc ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک آپ نے ان سٹی یو شنس کی بلڈنگ نہیں بنانی اس وقت تک آپ تعلیم کو کتنا ہی پیسا موجودہ حالات میں لگادیں آپ بہتر نہیں کر سکتے۔ ادھر میری ایک بہن نے بہت اچھی بات کی ہے اور میں بڑا خوش ہوں کہ آپ نے فوجی لوگوں کو ملازمتیں دی ہیں اور میں خود فوجی ہوں اور میری ساری وفاداریاں انہی کے ساتھ ہیں ہیں لیکن آپ ایک آٹھ ہزار روپے کا انپکٹ لارے ہیں اور جب میں نے اور آپ نے پڑھا تھا تو اس وقت سائیکل پر ایک انپکٹ آیا کرتا تھا اور ہم ناخن صاف کرتے تھے اور ہم اچھے کپڑے پہن کر جاتے تھے اور وہ ہم سے سوال و جواب کرتا تھا اور وہ تعلیم کا ایک ادارہ چل رہا تھا اور آج آپ کیوں ایک adhoc لارہے ہیں کہ ایک آدمی کو آپ موڑ سائیکل دے رہے ہیں۔ ایک این سی او آئے گا تو یہ تعلیم کا معیار چیک کرے گا۔ اس نے ساری زندگی feet-knocking تک تک کی ہے اس کو تعلیم کا کوئی پتا نہیں ہے۔ وہ تعلیم کا اور بیڑہ غرق کریں گے۔ وہ اتنا ضرور کرے گا کہ حاضری لگائے گا کہ بندہ ٹھیک وقت پر آیا کہ نہیں لیکن تعلیم چیک کرنے والی بات اس کے اندر نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وقت ختم ہونے والا ہے اور ابھی میں نے عمران مسعود صاحب کے خلاف بہت ساری باتیں کرنی تھیں لیکن آپ ان کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جب تک آپ اداروں کو مضبوط نہیں کریں

گے، بجٹ کو target oriented نہیں کریں گے، ان کو ایک ٹارگٹ نہیں دیں گے کہ آپ نے یہ چیز کرنی ہے تو اس وقت تک نہیں ہو سکتا۔ یہاں پر شاید دینہ کے ایمپی اے میٹھے ہوں گے جو کہ میرے حلقة سے بہت دور ہے۔ وہاں پر چلنے والے ایک پرائیوریٹ سکول کے انچارج سے جا کر میں نے ملاقات کی ہے جہاں 2500 پچے اس وقت پڑھ رہے ہیں۔ میری طرح کا ایک "کھڑا" سماشوار قبیض اس نے پہنا ہوا ہے لیکن 100 فیصد اس کا رزلٹ آرہا ہے اور صرف 90 روپے فیس ہر پچے سے وہ لے رہا ہے اور اس کے مقابلے میں عمران مسعود صاحب / 1600 روپے ایک پچھے پر خرچ کر رہے ہیں۔ آپ یہ adhoc teachers کی بجائے / 2600 روپے کر لیں گے پھر بھی آپ کی تعلیم نہیں بڑھے گی جب تک آپ اپنے انٹیلیشنز کو ٹھیک نہیں کریں گے اور انہی سکولوں کو نہیں کہیں گے کہ رزلٹ oriented ہونا ہے، ہر سال ایک نئی پالیسی ان کے سر پر نہیں تھوپنی ہے کہ ایک دفعہ امتحان یہ لیں اور دوسرا دفعہ یہ لیں۔ خدارا! اپنے ہید ماسٹر تعینات کریں اور اپنے لوگوں کو تعینات کریں۔ میرے حلقة میں ایک ہی اسٹر میڈیٹ کا لج ہے اور اس میں سامنے کی کلاسز چل رہی ہیں لیکن صرف فرکس کا لیکچر ار ہے جبکہ بیالوجی اور کمیسری کا نہیں ہے۔ میاں عمران مسعود صاحب نے سنگل ٹیچر کی پالیسی بنائی ہوئی ہے کہ سنگل ٹیچر ار کمیں سے پوست نہیں ہو گا جب تک وہاں دوسرا بندہ پوست نہیں ہوتا۔ یہاں پر بغیر دوسرا بندہ تعینات کے ہوئے انگش کا لیکچر ار نکال لیا ہے تو وہ پچھے انگش کیا پڑھیں گے۔ میری تھی گزارش ہے کہ جو بجٹ آپ نے دیا ہے وہ بہت اچھا ہے لیکن اس تعلیم کو streamline کریں تاکہ یہ پنجاب واقعی پڑھا لکھا پنجاب ہو جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: محترمہ عابدہ جاوید صاحبہ!

محترمہ عابدہ جاوید: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے بھائیوں اور بہنوں نے پہلے بھی اور آج بھی بجٹ کے حوالے سے تعلیم پر بہت سی باتیں کیں۔ یہ بات بڑی اہم ہے اور میں ہمیشہ سے یہ کہتی ہوں کہ تعلیم کے بغیر انسان میں نکھار نہیں آتا لیکن تعلیم و تربیت ساتھ ہو تو پھر ہی بات بنتی ہے۔ اساتذہ کا بہت مقام ہے لیکن شاگردانہیں کچھ نہیں سمجھتے ہیں اس کے لئے تو سب سے پہلے ہمارے اساتذہ کی ٹریننگ ہوئی چاہئے اور پھر وہ بچوں کو تعلیم و تربیت دیں۔ آج تعلیم کے حوالے سے صورتحال یہ ہے کہ آپ خود یہیں کہ پنجاب میں تعلیم کا کیا معیار ہے؟ کبھی پالیسی کچھ اور کبھی کچھ اور اصل تعلیمات جس پر ہمارے نظام تعلیم کو قائم رہنا چاہئے وہ نظریہ ہمارا ہے اور

اس سے ہٹ کر اگر ہم اپنی پالیسی بنائیں گے تو اس میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ تعلیم کے حوالے سے ہمارے بے شمار مسائل ہیں لیکن میں یہاں اپنے حلے کی بھی بات کروں گی کہ ہمارے حلے کی آبادی پانچ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے لیکن وہاں پر گورنمنٹ کے سکول کچھ بھی نہیں ہیں اور پرائیویٹ سکولوں نے تعلیم کے نام پر کاروبار شروع کر رکھا ہے جس سے معیار تعلیم کچھ بھی نہیں رہتا۔ ہم نے سب سے زیادہ اہمیت اس بات پر دینی چاہئے کہ آج جماں سکول کم اور آبادی زیادہ ہے وہاں ان علاقوں کو اہمیت دی جائے تاکہ لوگ اپنے بچوں کو آسانی کے ساتھ پڑھا سکیں۔ پرائیویٹ سکولوں میں بچوں کے لئے کوئی میدان نہیں، بچے کھیل نہیں سکتے اور جب تک بچوں کی جسمانی تربیت نہیں ہوتی، ان کی نشوونما نہیں ہوتی بچے fresh ہوتے اور ان کو دودو کمروں میں تعلیم دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کچھ بھی ہو باقی سب باتیں ہوتی ہیں لیکن اصل چیز تعلیم ہے اور اس کے لئے محول بنانے کے لئے عوام انصاف چاہتے ہیں۔ عوام امن چاہتے ہیں، عوام سکون سے اپنی زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو پھر بمانہ کس لئے؟ اگر آپ اندر سے خوف زدہ ہوں گے تو صحیح بات نہیں کر سکیں گے۔ آپ تعلیم کیوں نہ دیں، اس خطوط پر کیوں نہ دیں جس سے ان کی تربیت بھی ہو سکے اور بچوں میں نکھار بھی آسکے اور اگر آپ آسکفورد کی تعلیم دینا چاہتے ہیں تو آپ یہ دیکھیں کہ ہمارا نظریہ کیا ہے۔ ہم اپنے بچوں کو اگر نظریے سے ہٹ کر تعلیم دیں گے تو آپ کچھ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ انسان کا جب تک اخلاق و کردار نہیں بنتا، تعلیم وہ جتنی بھی حاصل کر جائے، وہ تعلیم حاصل کر کے ڈاکے ڈالتے ہیں اور جب تک ان کی تربیت نہیں ہوتی۔۔۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ انتشیر رکھیں۔ جی، سید حسن مرتضی صاحب! بسم اللہ کریں۔
سید حسن مرتضی: جناب سپیکر! آپ نے مربانی فرمائی مجھے ٹائم دیا یہاں کافی ممبران ہیں جو بحث پر بات کریں گے میری ایک چھوٹی سی گزارش ہے کہ میرے حلے میں 70 فیصد سکول بند پڑے ہیں اور جو چل رہے ہیں کسی میں عملہ نہیں ہے، کسی کی بلڈنگ نہیں ہے، کسی کی چار دیواری نہیں ہے۔ میں وزیر تعلیم سے پہلے بھی ایک دو مرتبہ گزارش کر چکا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، وہ نوٹ کر رہے ہیں۔
سید حسن مرتضی: وہ مربانی فرمائیں اور میں بے جا تنقید نہیں کرنا چاہتا۔ میرے حلے میں ڈویلپمنٹ ہوئی ہے مجھے جتنا میر احسہ تھا وہ ملا ہے لیکن ایکو کیشن کا جو سیکڑ ہے اس میں میرے حلے

میں کوئی ڈولیپمنٹ نہیں ہوئی۔ ایک انچ بھی اگر دیوار بنی ہو تو جو مرضی کر لیں۔ میری وزیر تعلیم سے گزارش ہے کہ میرا حلقوپی پی۔ 74 ہے یہ بے شک مجھے نہ دیں۔ یہاں نجف سیال صاحب تشریف فرمائیں وہ پہلے سینیڈنگ کمیٹی کے چیزیں میں تھے اور میں ان کو دوسال گزارش کرتا رہا کہ جناب! میربانی کریں لیکن انہوں نے نہ کی اور اللہ کی میربانی سے وہ خود چلے گئے۔ پھر امتیاز لائی صاحب بن گئے ان کو بھی میں نے کئی دفعہ گزارش کی انہوں نے نہ سنی اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ بھی چل گئے۔ آج میں عمران مسعود صاحب سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ وزیر صاحب! میربانی فرمایا دیں تو بہتر ہو گا ورنہ پہلوں کی طرح۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

سید حسن مر تقی: جناب سپیکر! میری پہلے عرض پوری ہو جانے دیں۔

جناب سپیکر: انہوں نے سن لیا اور نوٹ بھی کر لیا۔

سید حسن مر تقی: جناب میں کچھ اور بھی عرض کر رہا ہوں۔ میرے حلقے میں ایک سکول ہے چک نمبر 132 کا، وہاں 39 بچوں نے امتحان دیا اور 40 بچے فیل ہو گئے۔ مجھے نہیں سمجھ آتی کہ جتنوں نے امتحان دیا تھا اس سے بھی زیادہ فیل ہونے والوں کی تعداد ہے۔ ایک وقت تھا کہ اس سکول کا رزلٹ اتنا اچھا تھا کہ کبھی بھی ان کا رزلٹ 90 فیصد سے نیچے نہیں آیا تھا اور اب پچھلے دوسال سے وہاں کوئی ہیڈ ماسٹر اور عملہ نہیں ہے۔ اسی طرح بے شمار سکولوں لیغیر عملے کے چل رہے ہیں ان کی تنوڑیں نکل رہی ہیں کوئی ان کا طالب علم نہیں ہے کوئی عمارت نہیں ہے براہ میربانی میرا یہ لمحہ صرف اس لئے ایسا ہے کہ کل چودھری اصغر صاحب نے بڑے دھیمے لمحے میں بات کی تھی اور لاءِ منصور صاحب نے بڑی میربانی فرمائی تھی میں بھی اسی لئے اس انداز میں منت کر رہا ہوں کہ شاید یہ وزیر صاحب میرے اوپر بھی کوئی میربانی کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، میربانی، ملک اصغر علی قیصر صاحب!

ملک اصغر علی قیصر: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے وقت دیا۔ ایجوج کیشن کی مد میں جو سابقہ بجٹ میں پیسے رکھے گئے تھے اس سے تقریباً 71 لاکھ اور 60 ہزار روپے زائد خرچ ہوئے جو کہ ضمنی بجٹ کا حصہ بنے اور 66 کروڑ روپے savings میں سے پورے کئے گئے اور 5 کروڑ 19 لاکھ 93 ہزار روپے اب منظوری کے لئے رکھے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی کہا تھا کہ گورنمنٹ کو اپنی priorities طے کرنی چاہئے کہ کماں پر پیسا خرچ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے اور کماں پر نہیں ہے۔ جیسا کہ شیخ اعجاز صاحب نے کہا کہ بعض سکولز ایسے ہیں جہاں پر چھتیں گرنے والی ہیں، ہم نے بھی اپنے حلقہ میں جو لیٹر ایجو کیشن ڈپارٹمنٹ نے بھجوایا تھا اس کے جواب میں missing facilities کی ساری سکولیں دیں لیکن ایک پائی بھی وہاں پر خرچ نہیں ہوئی۔ ایک طرف تو یہ حال ہے اور دوسری طرف میں جناب کو بتانا چاہوں گا کہ کینٹر ڈکان لج کو اور صادق پبلک سکول کو کروڑوں روپے کے فنڈز دیئے گئے ہیں جبکہ صادق پبلک سکول کے اپنے اتنے sources ہیں۔ میر اخیال ہے کہ جتنی وہ فیسیں لیتے ہیں ان کو فنڈز کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ 12 لاکھ روپے ایسا ہے جو earthquake کے متاثرین کو، ہیل چیز کے لئے دیا گیا ہے کیا یہ مد ایجو کیشن میں آنی چاہئے تھی؟ میسر ز جاپان ٹریڈر ز کو 23 لاکھ 65 ہزار روپے کی payment کی گئی ہے کس چیز کی کی گئی ہے؟ اس میں کوئی وضاحت نہیں ہے کہ ان کو کس مد میں پیسے دیئے گئے ہیں؟ اسی طرح funds for the girls association کے لئے 14 لاکھ 55 ہزار روپے دیئے گئے ہیں جبکہ girls guide association کے لئے 42 لاکھ روپے دیئے گئے ہیں اور وہ اپنے اجلاس فائیو سٹار ہولڈوں میں کرتی ہیں اور اس پر پیسے خرچ association کو بنایا ہوا ہے اور وہ اپنے اجلاس فائیو سٹار ہولڈوں میں کرتی ہیں اور اس پر پیسے خرچ کرتی ہیں۔

جناب سپیکر! اس میں سب سے اہم بات ہے صفحہ 79 پر ہے کہ:

Funds for payment of salary in favour of Mrs. Anila Asif, Lecturer and for set up of the Department of Textile & Ceramics, Lahore College for Women University, Lahore.

اس میں تقریباً 42 لاکھ روپے دیئے گئے ہیں اور اگر میر اندازہ صحیح ہے تو یہ ہمارے جی سی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر آصف اقبال کی بیٹی ہے جن کے لئے یہ 42 لاکھ روپے میں کوئی پیشہ کنٹریکٹ کیا گیا اور اسی طرح کا ایک اور کنٹریکٹ جی سی یونیورسٹی نیصل آباد میں کیا گیا جس میں لاکھوں روپے salary دے کر ہائز کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں یہی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جن اداروں کو مالی گرانٹ کی ضرورت نہیں ہے وہاں جب ہمارے ایجو کیشن منسٹر اور چیف منسٹر صاحب جاتے ہیں تو وہ شہنشاہ کی طرح یا

ظل الٰی کی طرح جب وہ فنڈر زمانگتے ہیں تو وہ ان کو گرانٹ کا کہ دیتے ہیں لیکن فیصل آباد کے اندر آٹھ کے آٹھ ایمپی اے اپوزیشن سے تعلق رکھتے ہیں اس میں، میں سمجھتا ہوں کہ فیصل آباد کے غیور عوام نے جو فیصلہ کیا تھا کہ فیصل آباد شر سے کوئی (ق) ایگ کا آدمی نہیں جیتا تو اس میں ان کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ ایجو کیشن منظر ہمیں یہ بتائیں کہ انہوں نے فیصل آباد کے کس سکول کو اپ گرید کیا، کس سکول کو پرائمری سے مل کیا، کس کو مل سے ہاڑا ایجو کیشن میں کیا؟ ایک گرانٹ جو انہوں نے 37 کروڑ کی رکھی ہے وہ شایدth 10 کلاس کی بچیوں کو جو انہوں نے کما تھا کہ سکالر شپ دے رہے ہیں اور کھانا دیا کریں گے۔ وہ گرانٹ تو یہ لے رہے ہیں لیکن اس کا بھی عملی طور پر کہیں وجود نظر نہیں آیا کہ کسی سکول میں کوئی کھانا دیا گیا ہو یا سکالر شپ دی گئی ہو۔

جناب سپیکر! میری یہی گزارشات ہیں کہ اس چیز کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ فیصل آباد کی قیادت کوں لوگ کر رہے ہیں وہاں پر اس شر کے باسی رہتے ہیں، وہاں پر ان کی بچیاں اور بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور جو کروڑوں روپے کی گرانٹ پچھلے سالوں میں دی گئی ہے وہ حصہ فیصل آباد شر کو دیا جائے ورنہ اس پر ہم سراپا احتجاج نہیں گے اور احتجاج کرنے پر مجبور ہوں گے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی :

ساؤئے بال دی پڑھ لکھ کے اک دیسے حاکم بن سن
کیا احساس سرائیکیاں دے ہن آستیکیوں سمجھواں
کندھے کے والے ترسے رہوں کیا سوچ دریاواں

جناب سپیکر! کل ایک چھوٹی سی بدمزگی ہو گئی تھی میں خواتین کا بڑا احترام کرتا ہوں اور میرے لئے لازم ہے کہ میں خواتین کا احترام کروں، وہ ہماری ساتھی ہیں، ہمارے لئے قابل احترام ہیں اگر میری کسی بات سے ان کی دل آزاری ہوئی ہے تو مجھے ان سے معذرت کرنے میں تعلق گئی اعتراض نہیں ہے نہ ہی مجھے کوئی شرمندگی ہے۔ (نفرہ ہائے تحسین)

لیکن یہ ہے کہ میں ان سے بھی یہ موقع رکھتا ہوں کہ وہ بھی اپنے کولیگز کی پارلیمنٹ کے اندر بیٹھے ہوئے اگرچھوٹی موٹی کبھی نوک جھونک ہو جاتی ہے تو ہم ایک کولیگ ہیں، ساتھی ہیں وہ بھی elected representatives ہیں، ایکپی اے ہیں اور میں بھی اس لئے ہمیں چھوٹی چھوٹی باتوں کو پر سئل اور ذاتیات پر نہیں لے جانا چاہئے تھا۔ بہر حال امید ہے کہ آئندہ وہ بھی خیال رکھیں

گی۔ میں صرف عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ دو، تین، چار تقریروں میں جب بھی میں نے ذکر کیا ہے میں ڈاکٹر کے پاس جاتا ہوں میں کہتا ہوں کہ میرے پیٹ میں درد ہے مجھے ڈاکٹر صاحب دوائی دو۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ تیری آنکھیں تو ٹھیک ہیں تیری ٹانگیں بھی ٹھیک ہیں تیرے سر میں بھی درد نہیں ہے۔ اودھ بھائی! پیٹ میں درد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جناب فلاں جگہ سکول نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ کارڈیا لو جی! نسٹیٹیوٹ دیا۔ اودھ بھائی! میں کہتا ہوں کہ فلاں جگہ آپ نے ضمنی بجٹ میں پورے جنوبی پنجاب کو نظر انداز کر کے ایک اوارے کو چھ کروڑ روپیہ دیا جس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں لیکن ظلم یہ کیا کہ سرمایہ داروں، جاگیر داروں اور وڈیروں کے بچوں کا جو سکول ہے، صادق پبلک سکول، ایک سکول کو چنان اور اس کو جاکر کروڑوں روپے دے آئے۔ کیا ہتر نہیں تھا کہ پسماندہ علاقے کے جو چھوٹے چھوٹے سکول تھے ان کو جاکر غریب کے بچوں کے سکولوں کے لئے اگر چھت دے دی جاتی تو کیا آپ کی نیک نامی زیادہ ہوتی؟ آپ نے صادق پبلک سکول کو بجٹ دیا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! ---
 جناب سپیکر: محترمہ! چلنے دیں۔ پلیز، تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! بجٹ کے دوران میں نے پڑھا، انہوں نے کماکہ ہائی سکولز کی مد میں ہم پنجاب میں تیس سکولوں میں اتنے کروڑوں روپے کی investment کر رہے ہیں۔ اس میں، میں نے پوری لسٹ چیک کی، ایک لیہ میں کوئی ہو سطل بن رہا ہے اور ایک ڈی جی خان کے کسی ہائی سکول میں ایک بلاک بن رہا ہے اس کے علاوہ 28 جو نسٹیٹیو شنز ہیں، یہ جو سکولز کی مد میں investment ہے یہ ساری اپر پنجاب میں ہو رہی ہے۔ میں نے کماکہ چلو، ہر ایکو کیشن میں ہمارا حصہ بہت بہتر ہو گا، وہ سارا میں نے پڑھا۔ ---

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوانٹ آف آرڈر! ---

جناب سپیکر: جی، فرمائیں! محترمہ پوانٹ آف آرڈر پر ہیں، سن لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! یہ کبھی ڈاکٹر کی کمائی لے آتے ہیں، خود بھی ڈاکٹر ہیں، انہیں سمجھنے نہیں ہے، آنکھ خراب ہے، پیٹ خراب ہے۔ ہر سکول کو تمام بنیادی سرویسات فراہم کی گئی ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تو کبھی سکول گئے ہی نہیں۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ میرے علاقے کے سکولوں میں کیا کیا مسائل ہیں؟ جاکر میں بھی وزٹ کر آؤں۔

جناب سپیکر: یہ محترمہ کی بات ٹھیک ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو سکول گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے۔ پارلیمانی سکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! یہ جھوٹ ہے اور سراپا جھوٹ ہے۔ ان کا نام سراپا جھوٹ رکھ دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، پلیز آپ تشریف رکھیں۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہائرباجوکیشن کی مدد میں۔۔۔

پارلیمانی سکرٹری برائے جیل خانہ جات: پواہنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، آپ فرمائیں!

پارلیمانی سکرٹری برائے جیل خانہ جات: جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ سراینگی بیٹ کی محرومیوں کی اپنی ایک داستان ہے لیکن میرے محترم ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب زیب داستان کے لئے بات کو بڑھا بھی دیتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرا تعلق بھی ایک سراینگی ضلع یہ سے ہے۔ آج سے تین سال پہلے میرے اضلاع کی درجہ بندی میں ڈویلپمنٹ رینگ میں آخری نمبر پر تھا لیکن چودھری پرویزالی صاحب کی مہربانیوں سے آج میرے ضلع کا ڈویلپمنٹ رینک تبدیل ہو چکا ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ میرے پاس ثبوت ہیں۔ میرے ایک چھوٹے سے ضلع کے لئے وزیر اعلیٰ صاحب نے گیارہ کروڑ روپے کی مالیت سے یونیورسٹی کالج آف ایجوکیشن دی ہے۔ چھوٹے سے سراینگی ضلع کے لئے جی پی آئی ڈیلیو دیا ہے، گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ فارو و من جس کی مالیت 9 کروڑ روپے ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میرے ضلع میں جو نئے ڈگری کالج قائم ہوئے ہیں ان میں پوسٹ گریجو ایشن کلاسز بھی شروع ہو چکی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میری بات کی انہوں نے تائید کی ہے۔ میں نے کہا ہے کہ ہائی سکولز کی ایجوکیشن میں تین طرح کی investment ہوئی ہے۔ ایک ہائرباجوکیشن میں ہوئی ہے، ایک کالجز میں ہوئی ہے، ایک ہائی سکولز میں ہوئی ہے۔ یہ میرے قابل احترام سیمسنر ساختی ہیں۔۔۔

پارلیمانی سکرٹری برائے جیل خانہ جات: پواہنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پلیز! چلنے دیں۔ جب منٹر صاحب wind up کریں گے تو جواب دے دیں گے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: ان کو تو پتا ہی کچھ نہیں ہے۔ انہوں نے تو کبھی بجٹ پڑھا ہی نہیں ہے۔ وہ کالج کی ایک علیحدہ مد ہے۔ ہائر ایجنس کی مدد میں انہوں نے تین ڈویشن میں صرف ایک ہوم آنکھ کالج کو 78 میلین روپے دیتے ہیں۔ جو نکہ ابھی ٹائم نہیں ہے اور آپ نے بھی زیادہ ٹائم نہیں دینا، میں صرف ایک point raise کر کے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ یہ دیکھیں کہ یہ اخبار "خبریں" ہے اس کے ادارے میں لکھا ہوا ہے کہ "گرلز کالجوں کی حالت زار" یہ میں نے نہیں لکھا۔ وہ آگے اخبار ایڈیٹوریل لکھ رہے ہیں۔ یہ تو سارے میرے تابع نہیں ہیں۔ میں میں آپ کو ایک بات واضح بھی کر دینا چاہتا ہوں، وزیر تعلیم صاحب سے بھی میں نے پوچھا تھا، میں نے کما کہ مجھے صرف یہ بتا دیں کہ ملتان گرلز ڈگری کالج میں آپ نے پرنسپل تعینات کی ہے، وہ تو تجربہ کا ربھی نہیں تھی اور جو نیز بھی تھی وہ کس طرح تعینات ہو گئی ہے؟ تو تحقیقات کرنے پر پتا چلا کہ چیف منسٹر صاحب کے ایک ڈائریکٹو پر سیکرٹری ایجنس کیشن نے آرڈر کر کے ان کو لگادیا ہے۔ میں اس معاملے پر وزیر تعلیم کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری خواتین اساتذہ میں وہاں کئی اور ڈگری کالج بھی ہیں اس مسئلے پر شدید بے پیشی ہے، میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ گزارش کروں گا کہ وہاں کی تین چار پانچ جو سینٹر ترین تجربہ کار اساتذہ ہیں ان کا پیش بنا کر ان کا انٹر ویو کر لیا جائے، پھر انٹر ویو کے بعد جس کا حق بنتا ہے اس کو لگادیا جائے۔ اس طرح سفارشی طور پر اساتذہ کو تعینات کرنے سے تعلیم کے معیار پر بھی حرفاً آتا ہے، وزارت تعلیم پر بھی حرفاً آتا ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب کی نیک نامی پر بھی کہ وہ میرٹ کی دھمکیاں اڑا رہے ہیں۔ ان کے لئے بھی یہ نیک نامی کا باعث نہیں ہوتا۔ شکریہ!

جناب سپیکر: شکریہ۔ مرا اشتیاق احمد صاحب!
صاحبزادہ مزمل الرحمن عباسی: پونٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر: جی۔

صاحبزادہ مزمل الرحمن عباسی: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ معمر ممبر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ 15 کروڑ روپے صادق پبلک سکول بساولپور کو دے دیتے گئے ہیں اور وہ ریسسوں کا اور امراؤ کا سکول ہے۔ صادق پبلک سکول بساولپور نے جنوبی پنجاب میں وہ منیادر کھی being concept کا old Sadiqan and I am proud to present my school in this

اگر صادق پبلک سکول جنوبی پنجاب میں نہ ہوتا تو میرے خیال میں Honourable House. یہاں کافی سارے بیٹھے ہوئے جنوبی پنجاب کے ممبر آج اس ہال میں موجود نہ ہوتے۔ انہیں احساس ہی نہیں ہے کہ صادق پبلک سکول نے جنوبی پنجاب میں کیا contribute کیا ہے اور اس وقت کے نواب سر صادق محمد خان عباسی کا وژن دیکھیں کہ ان کا لکھا ترقیہ اس صادق پبلک سکول کو دیا گیا۔ اس کا وژن کیا تھا کہ آج اس پبلک سکول کے پاس دس مرلچ ز مین ہے۔ یہ 15 کروڑ روپے تو اس کے لئے کچھ بھی نہیں ہیں۔ اگر 15۔ ارب روپے بھی اس پبلک سکول کے لئے دیئے جائیں تو جنوبی پنجاب میں پبلک سکول کا contribution ہے وہ اس کے لئے کچھ بھی نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ مراثتیاق احمد صاحب!

وزیر تحفظ ماحولیات: پونٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، مخدوم صاحب پونٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! صادق پبلک سکول ایک کو اٹھی ایجو کیشن میا کرتا ہے۔ اس کو strengthen کرنا انتہائی ضروری تھا۔ وہاں کے ارد گرد کے لوگ جو کو اٹھی ایجو کیشن چاہتے ہیں ان کے لئے حکومت پنجاب نے پہلی دفعہ یہ contribution دی ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب کو میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارا یہ مطالبہ missing facilities کیا ہے۔ اس کے علاوہ کے نام پر ہر سکول کو جنوبی پنجاب میں اپ گرید کیا جا رہا ہے۔ یہ شاید اب میرے بھائی کو معلوم نہیں۔ اس میں تھوڑی سی ان کی ڈولیپمنٹ کی، construction کی جو pace ہے وہ slow ہے لیکن ہمارے علاقے میں سب کو برابر فنڈ مل رہے ہیں اور ایجو کیشن کے یہ جو ادارے ہیں یہ اپ گرید ہو رہے ہیں، missing facilities complete ہو رہی ہیں، ٹھپر ز آ رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ مراثتیاق احمد صاحب!

جناب ڈپٹی سپیکر: پونٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈپٹی سپیکر صاحب پونٹ آف آرڈر پر ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: میں بھی صادق پبلک سکول کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صادق پبلک سکول ایک ایسی contribution ہے اگر میں یہ کہوں کہ جنوبی پنجاب کے لئے وہ اعلیٰ گڑھ

یونیورسٹی کی مانند ہے تو اس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ صادق پبلک سکول نے جتنا اس عرصے میں اپنا کام کر دکھایا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے یا سابق وزیر اعظم نے جو فنڈز دیئے ہیں وہ بالکل مستحق ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ مستحق ہے کیونکہ اس سکول نے جنوبی پنجاب کو اتنا جاگر کیا ہے جتنا اپنی سن کالج نے یا گھوڑا گلی کے کالج نے کیا ان کے مقابلے میں صادق پبلک سکول on the top ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ مراثتیاق احمد صاحب!

جناب محمد عبداللہ ویس: پواخت آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ویس صاحب پواخت آف آرڈر پر ہیں۔

جناب محمد عبداللہ ویس: جناب سپیکر! میں ایک بڑے اہم مسئلے پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے بھائی ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب ہمیشہ جنوبی پنجاب کی بات کرتے ہیں۔ میں عرض کرتا چلوں کہ اس بحث میں ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب نے جنوبی پنجاب کی اکیس تحصیلوں کو back word قرار دیا اور کروڑوں کا بجٹ رکھا۔ میں خود ایجوجو کیش کیٹی بہاؤ لگنگر کا چیزیں میں ہوں۔ ہر سال 20 سے 22 کروڑوں پر missing facilities کے لئے ہر ضلعے کو دیئے جارہے ہیں۔ میری ان سے گزارش ہے کہ اب یہ جنوبی پنجاب والا نر ہ جھوڑ دیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جنوبی پنجاب میں پچھلے چھاس سالوں میں اتنی ترقی نہیں ہوئی جتنی ان چار سالوں میں ہوئی ہے۔ ہمارے وزیر اعلیٰ یہ کہتے ہیں کہ پنجاب میں ہر جگہ، ہر حلقے، ہر ضلعے اور ڈویژن کو اس کا حق ملے گا، فنڈز میں equal contribution ہوگی۔ میں اپنی حکومت کو داد دیتا ہوں، ہماری اس حکومت نے، ہمارے وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ نے جنوبی پنجاب کو سب سے زیادہ فنڈز دیئے ہیں۔ شکریہ

سید احسان اللہ وقاری: پواخت آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، احسان اللہ وقاری صاحب!

سید احسان اللہ وقاری: جناب سپیکر! مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے حکومتی بچوں کے لوگوں کو اپنے وزیر تعلیم کی اہلیت کے بارے میں کوئی شبہ ہے۔ کٹوتی کی تحریک پر جتنی باتیں ہو رہی ہیں ان کا جواب تو وزیر تعلیم نے دینا ہے۔ اگر ان سب نے مل کر جواب دینا ہے تو بعد میں وزیر تعلیم صاحب نے کیا کرنا ہے؟ میرے خیال میں انھیں وزیر تعلیم کی اہلیت پر اعتماد نہیں ہے اگر اعتماد ہے

تو پھر خاموش ہو کر بیٹھیں اور ہمیں بات کرنے دیں بعد میں وزیر تعلیم صاحب خود سب بالتوں کا جواب دے دیں گے۔

جناب سپیکر! تشریف رکھیں۔ مراثتیاق احمد صاحب!

مراثتیاق احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ وزیر خزانہ گزشتہ کچھ دنوں سے جو کچھ فرمائے ہیں اس حوالے سے میں شعر عرض کروں گا کہ:

بُھوک کے مارے کوئی بچہ نہیں روئے گا
چین کی نیند ہر شخص یہاں سوئے گا ہے
لیقین کہ اب نہ کوئی شور شرابا ہو گا
ظلم ہو گا نہ کمیں خون خرابہ ہو گا
نئے وعدوں کا جو ڈالا ہے وہ جال اچھا ہے
رہنماؤں نے کما ہے کہ یہ سال اچھا ہے

جناب سپیکر! یہاں پر سکولوں میں مفت تعلیم دینے اور تعلیم کا معیار بہتر کرنے کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ حکومت ہر سال اتنا زیادہ بجٹ مختص کرتی ہے لیکن اس کا result لوگوں تک نہیں پہنچتا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ نااہلی کی بات اور کوئی نہیں ہے۔ یہاں پھر اس کے لئے ضمیمی گرانٹ کام طالبہ کیا جا رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کا فائدہ عام لوگوں کو نہیں پہنچ رہا تو پھر implementation میں کمیں کوئی نقص ہے۔ وزیر اعلیٰ نے 2020 کا Vision دیا ہے، ”پڑھا لکھا پنجاب“ کا نزد لگایا جا رہا ہے۔ روزانہ اخبارات میں بڑے بڑے اشتہارات شائع کئے جا رہے ہیں۔ سب سے اوپر صدر پاکستان کی تصویر اور نیچے وزیر اعلیٰ پنجاب کی تصویر دکھائی جاتی ہے لیکن ہمارے یتیم وزیر اعظم کمیں بھی دکھائی نہیں دیتے۔ صرف صدر پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی تصاویر اشتہار میں دی جاتی ہے۔ جتنے پیسے انہوں نے ان اشتہارات میں خرچ کئے ہیں اس رقم کو اگر سکولوں کی حالت کو بہتر کرنے میں لگایا جاتا تو بہت بہتری آ جاتی۔ میرا تعلق لاہور شر سے ہے۔ میرے پورے حلے کے اندر، اڑھائی تین لاکھ آبادی کے لئے لڑکوں اور لڑکیوں کا صرف ایک میٹر کا سکول ہے۔ یہ کس مفت تعلیم کا دعویٰ کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم ہر مل سکول upgrade کریں گے۔ میں گزشتہ دو سال سے اس بارے میں کہ رہا ہوں لیکن کوئی شناوی نہیں ہوئی۔ باقی معاملات میں تو کہتے ہیں کہ جی ضرورت کی بنیاد پر ترقیاتی کام کئے جائیں گے۔ اب

یہاں پر پورے حلقات کے اندر ایک سکول ہے، یہاں پر مفت تعلیم اور مفت کتابیں دینے کا کیا ہے؟ ٹھیک ہے کہ ہمارا تعلق اپوزیشن سے ہے لیکن ہمارا علاقہ تو پنجاب کا حصہ ہے۔ concept کیا وہاں سے یہ لیکن اکٹھے نہیں کرتے؟ یہ تضاد ختم ہونا چاہئے۔

میں وزیر تعلیم سے ایک دوسری گزارش کرنا چاہوں گا کہ میرے حلقات میں لاہور ڈویلپمنٹ اخراجی کی ایک سکیم سبزہ زار ہے۔ اس سکیم میں کالج اور سکول کے لئے مختص کئے گئے پلاٹس کو نیلام کر دیا گیا ہے۔ یہ کیسا Vision ہے؟ تعلیم کے لئے رکھے گئے پلاٹوں کو نیلام کر دیا گیا ہے۔ یہ تضاد نہیں تو اور کیا ہے؟

جناب والا! جہاں پر بات نہیں بنتی وہاں پر یہ percentage کی بات کر دیتے ہیں۔ میں اپنے حلقات میں ایک سکول کے اندر رگیا، سردیوں کے دن تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہاں پر صرف دو بچے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے دو اساتذہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی کل کتنی تعداد ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ کل تین بچے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس کا مطلب ہوا کہ 66 فیصد حاضری ہے۔ ابھی میں وہاں پر بیٹھا ہی تھا کہ تیسرا بچہ بھی آگیا۔ تو میں نے کہا کہ اب آپ کی حاضری سو فیصد ہو گئی ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ اپنی پالیسیوں پر صحیح معنوں میں عملدرآمد بھی کریں تب ہی یہ معاملات حل ہو سکتے ہیں، صرف بار بار پیسے بڑھانے سے یہ معاملات حل نہیں ہوں گے۔ میں تجویز دوں گا کہ تعلیم کے لئے، سکولوں اور کالجوں کے لئے مختص شدہ پلاٹوں کو نیلام نہ کیا جائے تاکہ وہاں پر لوگوں کو تعلیم کی سروتیں میسر آسکیں۔ شکریہ!

جناب سپیکر: راجہ محمد شفقت عباسی صاحب!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈو وکیٹ): جناب سپیکر! میں تو یہ کہوں گا کہ اس devolution نظام کے بعد اگر سب سے زیادہ کوئی چیز متاثر ہوئی ہے تو وہ تعلیم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس devolution نظام کے بعد اس تعلیم کا ستیاناس ہو گیا ہے۔ ضلعے میں جو حضرات بیٹھے ہیں ان کا کوئی Vision ہے، ان کے پاس کوئی وسائل ہیں اور نہ ہی ان کا اتنا بجٹ ہے کہ جو کئے گئے وعدوں کو پورا کریں۔ یہاں اسمبلی میں پنجاب حکومت بلند بانگ دعوے کرتی ہے۔ وہ تعلیم کو اپنی ترجیحات نمبر ایک کہتی ہے لیکن اگر آپ ضلعوں میں جا کر دیکھیں تو وہاں معاملات بالکل مختلف ہیں۔ اس کی مثال میں اس طرح دوں گا کہ پچھلے دور میں ضلع راولپنڈی میں 123 سکولوں کو upgrade کیا گیا۔ میں آج چلچ کرتا ہوں کہ ان میں سے ایک سکول بھی upgrade نہیں ہوا۔ کسی ایک سکول

میں بھی عملدرآمد نہیں ہوا اس لئے مخصوص اعلانات کے سارے یہ معاملات چلائے جا رہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ جس طرح کالجوں کو ضلعی گورنمنٹ سے لے کر دوبارہ پنجاب حکومت کو دیا جا رہا ہے۔ اسی طرح سکولوں کا کنٹرول بھی پنجاب حکومت کے سپرد کیا جائے۔ اس کے بغیر یہ معاملات بھی درست نہیں ہو سکتے۔ مثال کے طور پر میں اپنی تحصیل مری، کوٹلی ستیاں، کوٹلہ اور کلر سیداں کے بارے میں بتاتا ہوں، میں نے کل بھی بات کی تھی اور دوبارہ یہ کہتا ہوں کہ وزیر تعلیم صاحب وہاں کسی ایک سکول میں بھی چلے جائیں اگر وہاں پر 25 فیصد شاف موجود ہو تو میں ان کی بات مانے کے لئے تیار ہوں۔ پوری تحصیل مری میں صرف ایک ہیڈ ماسٹر کام کر رہا ہے۔ تحصیل کوٹلی ستیاں میں صرف دو ہیڈ ماسٹر کام کر رہے ہیں۔ جس طرح ایجو کیشنل ریفارمز کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ میں تو سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس کا کیا معیار ہے، کس فارمولے کے تحت یہ بندر بانٹ ہوتی ہے؟ 2004-05ء میں 15 کروڑ روپے کے فنڈز میں سے تحصیل مری کو 4 ملین روپیہ دیا گیا اور موصوف چیز میں صاحب جو اس کمیٹی کے چیز میں ہیں انہوں نے اپنے حلقوے کے لئے 56 ملین روپے رکھے ہیں۔ اسی طرح راولپنڈی میں 2003-04ء میں اپنے حلقوے کے لئے انہوں نے 47 ملین روپیہ رکھا اور میرے حلقوے مری کو صرف 8 ملین روپے دیئے۔ میں تو یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ 15 گنازیاہ رقਮ اپنے حلقوے کے لئے رکھ رہے ہیں اور ہمارے حلقوے کے لئے صرف 4 ملین روپے رکھ رہے ہیں یہ نا انصافی ہے۔ میں بھاں بھی بات کرتا ہوں اگر معاملہ حل نہ ہو تو عدالت عالیہ میں بھی جاؤں گا کہ کس معیار اور کس حساب سے یہ بندر بانٹ ہوتی ہے؟

جناب والا! اسی طرح بی اے کی بنیاد پر اساتذہ کی بھرتی کے اشتہار دیتے ہیں۔ ان پہماندہ تحصیلوں میں بی اے یا ایم اے پاس لوگ نہیں ملتے۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ جو backward areas ہیں ان میں تعلیم کی relaxation کی دیتے ہوئے اگر ایف اے کی بنیاد پر یہ استاد بھرتی کئے جائیں تو وہاں مقامی لوگ انھیں مل سکتے ہیں ورنہ یہ معاملہ اسی طرح رہے گا۔ آج کے حوالے سے جاوید صدیقی صاحب نے بہت ٹھیک کہا کہ ہماراً آئین یہ کہتا ہے کہ خواتین کی full participation ہوئی چاہئے۔ جماں انہوں نے اپنے الفاظ واپس لئے ہیں وہاں آج اس حوالے سے وزیر اعلیٰ سندھ کا بیان اخبارات میں آیا ہے۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ [****]

جناب سپیکر: عباسی صاحب! آئندہ کو discuss کریں میں یہ الفاظ کا روائی سے حذف کرتا ہوں۔

محترمہ پروین سکندر گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ پلیز تشریف رکھیں۔ میں نے وہ الفاظ کا روائی سے حذف کر دیئے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: اسلام میں ہے کہ لگا ہیں نسبی رکھیں۔

جناب سپیکر: محترمہ پلیز تشریف رکھیں۔ عباسی صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ محترمہ افتتاح فاروق صاحب!

محترمہ افتتاح فاروق: جناب سپیکر! میں آپ کی شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ یہاں پر میری بھنوں اور بھائیوں نے ملکہ تعلیم پر بڑی اچھی تجاوزیہ دی ہیں۔ میں بھی ان باتوں کو منتی ہوں اور میرا بھی یہی کہنا ہے کہ ملکہ تعلیم کے سکولوں میں چار دیواری ہونی چاہئے۔ پیسے کے لئے پانی بھی ہونا چاہئے لیکن اس سے بھی بڑا اور اہم مسئلہ یہ ہے جس کی طرف میں آپ کی توجہ چاہتی ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جس نے مجھے ایک لفظ سکھایا وہ میرا استاد ہے اور اس اسٹاڈنڈ کو دوسرا والدین کہا گیا ہے۔

جناب سپیکر! جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں جو واقعہ ہوا ہے اس کے بعد ماں باپ اپنی بھیوں کو کس طرح ان مقدس اداروں میں بھیجیں۔ کیا وہ اس بات سے مطمئن ہیں کہ ہم اپنی بھیوں کو جو تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھجتے ہیں کیا وہاں ان کی عرتوں محفوظ ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جب یہ واقعہ ہوا تو اس کی پشت پناہی کرنے کی بجائے فوری طور پر اس کی تحقیق ہوتی اور اسے اس قسم کی سزا ملتی کہ آئندہ کوئی بھی ان مقدس اداروں کو خراب کرنے کی کوشش نہ کرتا۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ پلیز wind up کر لیں۔

محترمہ افتتاح فاروق: وہاں کا ماحول خراب کرنے کی بجائے بھیوں کی عزت محفوظ رکھی جاتی۔

شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ اب میں وزیر تعلیم عمران مسعود صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

وزیر تعلیم: شکریہ۔ جناب سپیکر! میری ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ دونوں اطراف سے جو معجزہ ممبران مفید بات کریں یا مشورہ دیں ہم اسے پائیں کی نذر کریں اور ان کے تجربے اور

سیکھیں اور اس کی implementation بھی کریں۔ آج یہاں پر جو کٹوئی observations کی تحریک پیش کی گئی ہے یہ ایک بڑی specific cut motion ہے۔ میں چاہوں گا کہ میں پہلے دو منٹ کے لئے اس کے متعلق بات کروں اور میں کوشش کروں گا کہ جلدی سے دوستوں کے جوابات دے سکوں۔

جناب سپیکر! ضمنی بحث کے حوالے سے حکومت پنجاب نے ہمیں جو گرانٹ دی ہے میں دو منٹ، میں اس کا break up آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ ہم نے ایک کروڑ 47 لاکھ روپیہ establishment of peace office کے لئے دیئے۔ یہ ٹیچرز و یلفیر کے لئے ادارہ ہے جہاں پر ٹیچر ٹریننگ کے لئے سارا کام کیا جاتا ہے۔ اسی طریقے سے 2 کروڑ 92 لاکھ روپیہ monitoring evolution office کے لئے رکھا اور پھر ٹیچر ٹریننگ کے لئے ہم نے DSD کو 8 کروڑ روپیہ اضافی مدد کی اور GCETs 34 جہاں ٹیچر ٹریننگ کے حوالے سے کام کیا جاتا ہے وہاں ہم نے 2 کروڑ 40 لاکھ کی گرانٹ دی۔ ہم نے پروفیشنل كالجوں کے لئے 89 ملین روپیہ PMIU کے لئے تین مدوں میں پیسے دیئے جس میں transportation of goods یعنی کتابیں لاہور سے باقی اطلاع تک کیسے پہنچانی ہیں پھر free books کی ٹرانسپورٹیشن اور نویں اور دسویں کلاس کی بھیوں کے لئے stipend رکھا۔

جناب والا! میں مختصر الفاظ میں آپ کو اور اس ایوان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پہلے دن جب ہماری حکومت قائم ہوئی تو ہمیں پہلی حکومت سے 34۔ ارب روپے کا بحث ٹرانسفر ہوا تھا۔ اس 34۔ ارب میں سے 26۔ ارب روپیہ صرف تباہوں کی مدد میں جاتا تھا۔ 6۔ ارب روپیہ non-development کے لئے صرف ایک ارب روپیہ ملتا تھا۔ پہلی کیفیت میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اگر ہم نے پنجاب کو آگے لے کر جانا ہے تو کون سی ایسی چیز ہو گی، کون سا ایسا سیکٹر ہو گا جس پر ہمیں focus کرنا ہو گا اور ہمیں آنے والی نسلوں کو کیا چیز provide کرنا پڑے گی۔ توزیر اعلیٰ کی سربراہی میں unanimously یہ فیصلہ ہوا کہ ہم نے ایجو کیشن سیکٹر کو priority دینی ہے اس کو focus کرنا ہے اور ہم نے اس کے فنڈز بڑھانے ہیں۔ میں آپ کی اور اس معزز ایوان کی اطلاع کے لئے یہ عرض کرتا ہوں کہ تین سال پہلے جو 34۔ ارب روپے کا بحث تھا اسے آج 70۔ ارب کا رکھا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپریکر! 70 بلین روپیہ بہت بڑا تاریخی بجٹ ہے جو اس سے پہلی حکومتوں نے کبھی بھی نہیں رکھا۔ کسی سیانے نے ایک سیاست دان سے پوچھا کہ سیاست دان کی کیا کوالی ہوتی ہے تو اس نے کہا کہ اصل سیاست دان وہ ہے جو ایسی پالسیز لے کر آئے جس سے آپ آئندہ ایکشن جیتنے تو ساتھ ہی اس نے پوچھا کہ ایک انجھے statesman کی کیا نشانی ہے؟ ایک اچھا statesman کی نشانی ہے تو ہوتا ہے جو کہ ایکشن کی نہیں سوچتا بلکہ آنے والی نسلوں کا سوچتا ہے۔ (نصرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ہم نے وزیر اعلیٰ کی سربراہی میں جو پالیسی بنائی ہے یہ آنے والی نسل کے لئے ہے۔ آج تک جتنے بھی وزراء اعلیٰ ہے وہ بڑی جلدی میں ہوتے تھے۔ سب کو پتا ہوتا تھا کہ ہم نے دوسال میں چلے جانا ہے اس لئے کسی نے بھی ایجو کیشن میں پیسا invest نہیں کیا لیکن یہ پہلا وزیر اعلیٰ ہے جس نے ایجو کیشن سیکٹر میں invest کیا اور دوراندیشی سے کام لیا کہ آنے والی نسلوں کو فیض یاب کرنا ہے۔ (نصرہ ہائے تحسین)

جناب سپریکر! میں بڑی جلدی سے آپ کو یہ بتاؤں گا کہ ہم نے ان تین سالوں میں کیا ہے، بجٹ سے پہلے وزیر اعلیٰ نے جو پالیسی سٹیمینٹ دی جس پر بہت اعتراف کیا گیا۔ پر یہ کوئی بتایا گیا کہ ہم نے achieve کیا کیا ہے، ہمارے performance indicators کیا ہیں، ہم نے کیا چیز حاصل کی اور ہمارے targets کیا ہیں آیا ہم نے جو پیسا لگا کیا ہمیں اس سے فائدہ ہوا ہے یا نہیں آیا، ہمیں اس کے desired result حاصل ہوئے؟ ہم نے ایجو کیشن سیکٹر میں جو پیسا لگا ہے میں اس کی achievements کے متعلق بڑی جلدی سے بتانا چاہوں گا۔ حکومت پنجاب نے provision of missing facilities کے حوالے سے 9 بلین روپیہ لگایا جس سے 31 ہزار ایمینٹری سکول فائدہ اٹھا رہے ہیں اور 11 میلین بچوں کو فائدہ ہو رہا ہے۔ ملکہ تعلیم کوڈولیپنٹ کے لئے ایک ارب روپیہ دیا جاتا تھا اور جب ہم نے اس ایک ارب روپے کو تمام سکولوں میں بانٹنا چاہا تو 63 ہزار سکولوں کی کوئی چار دیواری ہے، فرنچس ہے، پینے کے لئے پانی ہے اور نہ کوئی مالک ہے۔

جناب والا! اگر آج ہم estimation کی بات کریں۔ پہلے دن اپوزیشن نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کتنا تخمینہ ہے، ان missing facilities کو ٹھیک کرنے کے لئے 90% ارب روپیہ درکار ہے۔ آپ ملکہ تعلیم کو ایک سال میں ایک ارب روپیہ دیتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اپنی تعلیم کو درست کرنے کے لئے 90 سال چاہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے پچھلے بجٹ میں بھی کہا تھا کہ

اس اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے 21۔ ارب روپے کاریفارم پر گرام چل رہا ہے اور اس کا third year of completion آیا ہوا ہے جس کے تحت ہم نے یہ missing facilities پوری کی ہیں۔ پنجاب کی تاریخ میں پہلی بار 15 اضلاع میں وظیفہ دیا ہے اور یہ سارے اضلاع جنوبی پنجاب میں ہیں۔ یہ ایسے اضلاع تھے جن میں 40 فیصد سے کم لڑکیوں کی ریٹ تھا۔ وہاں ہم چھٹی سالتوں اور آٹھویں کی بچیوں کو دوسرو یہ وظیفہ دیتے ہیں اور اب ہم نے یہ وظیفہ دسوں تک بڑھادیا ہے۔

جناب والا! ہم نے stipend کی مدد میں ایک ارب 64 کروڑ روپیہ خرچ کیا ہے جس سے تین لاکھ بچاں ہزار بچیاں مستقید ہوئی ہیں۔ والدین ان بچیوں کو بوجھ سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید تعلیم صرف لڑکوں کو دینی ہے اور لڑکیوں کو نہیں دینی لیکن ہمارا وزن یہ ہے کہ لڑکوں سے کمیں زیادہ لڑکیوں کو تعلیم کی ضرورت ہے۔ (نصرہ ہائے تحسین)

جب تک ہماری پڑھی لکھی خاتون نہیں ہو گی، جب تک پڑھی لکھی ماں نہیں ہو گی تب تک ہمیں پڑھی لکھی سوسائٹی نہیں مل سکتی اور ہمیں آنے والی نسل بھی پڑھی لکھی نہیں مل سکتی۔

جناب والا! پنجاب کی تاریخ میں پہلی بار 11 ملین طبااء کو مفت کتابیں پہنچائی ہیں۔ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ شاید کہنے میں تو یہ بڑی چھوٹی بات لگتی ہے لیکن لاہور بیٹھ کر ان 11 ملین بچوں کے گھروں میں یہ کتابیں پہنچانیاے ایک بہت بڑا امر کہ ہے جو گورنمنٹ آف پنجاب نے اپنا ٹارگٹ achieve کیا ہے۔

یہاں پر ٹیچرز کی بھی بات کی گئی میں یہ بھی مانتا ہوں کہ ہمارے محلہ تعلیم میں ٹیچرز میٹرک پاس بھرتی کئے جاتے تھے۔ یہ پنجاب کی تاریخ میں پہلی بار ہوا کہ ہم نے پچاں ہزار گریجویٹ ٹیچرز بھرتی کئے۔ بی اے اور بی ایڈ ہم نے ان کا ایک bench mark کیا اور ہم نے تمام بھرتی میرٹ پر کی۔ کسی بھی ایمپی اے، ایم این اے کو کسی قسم کا کوٹا نہیں دیا، کسی منسٹر یا چیف منسٹر نے کوٹا کے تحت کوئی ٹیچرز بھرتی نہیں کیا اخال صتاگ میرٹ پر بھرتی کی گئی ہے۔ اسی طرح بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو میں یہاں پر آپ کو بتا سکتا ہوں لیکن ایک آخری بات اپوزیشن کے حوالے سے کروں گا۔ یہ تمام پیسا جو 70۔ ارب روپے ہم خرچ کریں گے۔ اس کی مانیٹر نگ بھی انتہائی ضروری ہے کہ آیا یہ پیسا grass root level پر جا رہا ہے یا نہیں جا رہا۔ یا یہ پیسا جو ہم جنوبی پنجاب پر خرچ کر رہے ہیں اس کے مطلوبہ نتائج مل رہے ہیں یا نہیں، اس کا impact ensure ہے یا نہیں مل رہا؟ اس بات کو 800 نیابندہ بھرتی کیا جو کرنے کے لئے ہم نے تھرڈ پارٹی مانیٹر نگ ٹیم تیار کی ہے اس کے لئے ہم نے 800 نیابندہ بھرتی کیا جو

یہ مانیٹر ہیں یہ تھرڈ پارٹی ہیں، ہیں کیونکہ ہماری internal monitoring کرچکی ہے۔ افسران جو ہیں وہ connive کر جاتے ہیں اور صحیح collapse monitoring رپورٹ ہمیں نہیں دیتے۔ یہ third party monitoring پنجاب کی تاریخ میں پہلی بار ہوا ہے۔ یہ اس لئے کیا ہے کہ ایک ایک پیاسا سکولوں میں جائے۔ ایک ایک دمڑی جو ہمارا پر پاس ہوتی ہے اس دمڑی کو answerable or countable بنایا جائے۔ پیسا اس ٹیچر کی ویفیسر پر لگے، طالب علم کی ویفیسر پر لگے، community کی ویفیسر پر لگے۔ وہ بچے جو بیچارے زمینوں پر بیٹھتے ہیں، جو ٹالوں پر بیٹھتے ہیں اور جو ہمیشہ اپنی حسرتیں ذہن میں رکھ کر مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان طالب علموں کو اس مایوس طبقہ کو فرش سے اٹھا کر کر سی پر بٹھانے کا عرم اس reform programme میں شامل ہے اس لئے میری آپ سے استدعا ہو گی اور جناب سپیکر ٹائم کے حوالے سے میں اپنی بات کو بھی مختصر کرتا ہوں اور میں آپ سے یہ بھی گزارش کرتا ہوں کہ کٹوئی کی اس تحریک کو مسترد کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ اب سوال یہ ہے کہ:

”5 کروڑ 19 لاکھ 93 ہزار روپے کی ضمنی رقم بدلہ مطالبه زر نمبر 12“

”تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔“

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 5 کروڑ 19 لاکھ 93 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر“

پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم

ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات

کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بدلہ مد ”تعلیم“ برداشت کرنے پڑیں

گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: اب ہم باقی ماندہ مطالبات زر پر guillotine کے اطلاق کے ذریعے براہ راست

سوال کے ذریعے کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔

مطالبه زر نمبر 1

جناب پیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 19 لاکھ 80 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مذکور ”صوبائی آبکاری“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 2

جناب پیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 40 لاکھ 79 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مذکور ”اشتمام“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 3

جناب پیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 72 لاکھ 28 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مذکور ”جگلات“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 4

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمیں رقم جو 3 لاکھ 48 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”رجسٹریشن“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 5

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمیں رقم جو 2 کروڑ 18 لاکھ 62 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”اخراجات برائے قوانین موڑ گاڑیاں“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 6

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمیں رقم جو 63 لاکھ 11 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”دیگر ٹلکیں و محصولات“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 7

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 35 لاکھ 27 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”آبپاشی و بحالی اراضی“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 8

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 41 لاکھ 10 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”انتظام عمومی“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 9

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 48 لاکھ 62 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 10

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 3۔ ارب 28 کروڑ 58 لاکھ 21 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر نز پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا تیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”پولیس“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 11

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو ایک کروڑ 43 لاکھ 75 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر نز پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا تیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”عجائب خانہ جات“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 13

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 26 کروڑ 98 لاکھ 14 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر نز پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا تیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”خدمات صحت“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 15

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک خمنی رقم جو دو کروڑ 55 لاکھ 47 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قبل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدد ”ماہی پروردی“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 16

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک خمنی رقم جو 4 کروڑ 24 لاکھ 35 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قبل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدد ”ویٹر نری“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 17

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک خمنی رقم جو ایک کروڑ 9 لاکھ 91 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قبل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدد ”امداد بآہی“ برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 18

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 40 کروڑ 45 لاکھ ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”صنعتیں“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 19

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 28 کروڑ 59 لاکھ 19 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”متفرق ملکہ جات“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 20

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 22 کروڑ 55 لاکھ 68 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”سول ور کس“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 21

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 19 کروڑ 44 لاکھ 20 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قبل ادا اخراجات کے مساوا ت گر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”مواصلات“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 22

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو ایک کروڑ 13 لاکھ 62 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قبل ادا اخراجات کے مساوا ت گر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”ہاؤ سنگ اینڈ فریکل پلانگ“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 23

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 25 کروڑ 39 لاکھ 30 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قبل ادا اخراجات کے مساوا ت گر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”ریلیف“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 24

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو ایک ارب 88 کروڑ 22 لاکھ 34 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قبل او اخراجات کے مساوا گیر اخراجات کے طور پر بسلدہ مدد ”پنشن“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 25

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 78 لاکھ 34 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قبل او اخراجات کے مساوا گیر اخراجات کے طور پر بسلدہ مدد ”شری دفاع“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 26

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 19۔ ارب 58 کروڑ 28 لاکھ 36 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قبل او اخراجات کے مساوا گیر اخراجات کے طور پر بسلدہ مدد ”ترقیات“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 27

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 2۔ ارب 58 کروڑ 28 لاکھ 14 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوات گیر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”تعیرات آپاشی“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 28

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 11۔ ارب 58 کروڑ 34 لاکھ 61 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوات گیر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”شہرات و پل“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 29

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک ضمنی رقم جو 2۔ ارب 71 کروڑ 27 لاکھ 7 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوات گیر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”قرضہ جات برائے میونسپلیز و خود مختار ادارہ جات وغیرہ“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 30

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوی دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدد ”مالیہ اراضی“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 31

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوی دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدد ”نظام عدل“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 32

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوی دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدد ”صحت عامہ“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 33

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدد ”سٹیشنری اینڈ پرنٹنگ“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 34

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدد ”متقرقات“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالہ زر نمبر 35

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدد ”غلے اور چینی کی سرکاری تجارت“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالہ زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 36

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”میدیکل سٹور اور کوئلے کی سرکاری تجارت“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 37

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”زرعی ترقی و تحقیق“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

مطالبه زر نمبر 38

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

”ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2006 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے مساوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ”سرکاری عمارات“ برداشت کرنے پڑیں گے۔“

(مطالبه زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

ضمی گوشوارہ برائے منظور شدہ اخراجات بابت سال 2005-06

کا ایوان میں پیش کیا جانا

MINISTER FINANCE: Sir, I lay the Supplementary Schedule of Authorised Expenditure for the year 2005-2006.

MR SPEAKER: The Supplementary Schedule of Authorised Expenditure for the year 2005-2006 has been laid.

آن کا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اب اجلاس بروز بدھ مورخہ 28 جون 2006 صبح

10:00 بجے تک موقتی کیا جاتا ہے۔